الدّین والکون

"الدین"

یعنی

خدا کی ہستی اور توحید

و

"الکون"

از

جناب انریبل جسٹس مولانا سید کرامت حسین صاحب قبلہ

فیلو الہ آباد یونیورسٹی و جج ہائیکورٹ الہ آباد

مرتبہ

جناب مرزا محمد سجاد علی خان صاحب

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

بہ اہتمام داروغہ سید محمد صاحب پروپرائیٹر

تصویر عالم پریس لکھنؤ ڈیوڑھی آغا میر

قیمت ایک روپیہ معہ محصول ڈاک

رجسٹری شدہ

(الدّین)

یعنے

خدا کی ہستی اور توحید

فضاے عالم کی کوئی انتہا نہین ہے اُسکی وسعت کا اندازہ ذیل کی مثالون سے ہوگا - زمین سے سُورج ۹۲۷۰۰۰۰۰ میل ہے - سورج کی روشنی زمین تک آٹھ منٹ کمابیش مین پہنچ جاتی ہے اور نجم قطب شمالی کی روشنی زمین تک پہنچنے مین دس ہزار برس لگتے ہین - اگر حساب لگاوین تو وہ نجم جسکو قطب شمالی کہتے ہین تقریبا زمین سے (۶۶۵۹۵۰۰۰۰۰۰۰۹۲۷) میل ہوگا اور اسکے بعد معلوم نہین کہ قطب شمالی سے اُس طرف کتنی دور تک فضا ہی سُورج کا حجم زمین کے حجم کا ۱۲۰۰۰۰ گنا ہے اور جتنا سُورج ایک ریت کے ذرے سے بڑا ہے کہکشان کے ثوابت وسیار کا مجموعہ سورج سے اُسکی بہ نسبت بہت زیادہ بڑا ہے اس کہکشان مین اربون ثوابت وسیار حدوث کے مختلف درجے طے کر رہے ہین بعض مجسم ہو چکے ہین بعض سحابی حالت مین ہین بعض مجسم ہو کر بگڑ چکے ہین جیسے فضا کی وسعت اور اُسکے ثوابت وسیار کی کثرت وکلانی حیرت انگیز ہے ویسا ہی موجودات کی خوردی بھی دلفریب وجد پیدا کرتی ہے سُوئی کی نوک پر پانی کا جتنا قطرہ اُٹھ آتا ہے اُس قطرہ مین اُتنے ہی چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑے موجود ہوتے ہین جتنے کرہ زمین پر

آدمی ہین یعنی سو ارب کے قریب لارڈ کلون (Lord Kelvin) کے حساب سے ایک انجھہ مین ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۵ پچاس کرور سالمی ہوتے ہین اور حالکی تحقیقات سے ایک سالمہ مجموعہ ہے ہزارون واحدون کا باوجود عالم کی اس وسعت اور اوس مین اتنی بڑی بڑی اور اتنی چھوٹی چھوٹی مخلوقات موجود ہونے کے سب کا عدم سے وجود مین آنا اور وجود سے عدم مین جانا اور وجود بین العدمین کی منزلون کو طے کرنا حیرت انگیز ہے سب کے سب ایک ہی صراط مستقیم سے وجود مین آتے ہین اور جس راہ راستے سے آتے ہین اوسی سے عدم مین چلے جاتے ہین۔ باوجود کثرت لاتعدو لاتحصی کے انکے موجود ہونے کا طریقہ ایک ہی نمو کا طریقہ ایک ہی فنا کا طریقہ ایک اور سب مین رابطہ ایک ہی کائنات عالم کی لاتعد کثرت اُنکی کلانی اُنکی خوردی مراحل وجود و عدم سے گزرنے مین چند سادہ اصول کی پابندی اور باوجود اس نمایان کثرت اور اختلاف کے سب مین ایک رابطہ ہونا انسان کو نور ایمان سے وجد مین لے آتا ہے اور فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ کے بیساختہ کہنے پر مجبور کر دیتا ہے مطالعہ قدرت سے انسان پر وجود صانع کے عین الیقین ہونے کی جو حالت طاری ہوتی ہے وہ صرف وجدانی ہی نہین ہے بلکہ ایک حد تک برہانی بھی ہے۔ مین اس مختصر تحریر مین وجود صانع کا برہانی ہونا عرض کرتا ہون۔

وجود صانع کا پتہ لگانے کے دو طریقے ہین ایک علوم عقلیہ کا طریقہ ہے جسمین کائنات عالم کی علتون کا پتہ لگاتے لگاتے علت اولی اور غایۃ الغایات تک پہونچتے ہین اور وہان سے واجب الوجود ہے ہمتا کے اذعان پر ٹھہر جاتے ہین۔

دوسری فطرت انسانی سے پتہ لگاتے ہین موجودات عالم یعنے ثوابت و سیارہ و حیوانات و نباتات و معدنیات

واقعی ہین خیالی نہین جب علوم عقلیہ معلولات سے علتون کیطرف چلتے ہین اُسوقت تمام موجودات عالم کی انتہا - زمان - مکان - مادہ حرکت تک پہونچتی ہے یعنی یہ پتہ لگتاہے کہ عالم مین جو موجودات حدوث کے مختلف درجون مین موجود ہین وہ سب اُنھین چارون سے بنے ہین اُن چارون کے سوا کسی اور پانچوین چیز کو دخل نہین ہے لیکن جب علوم عقلیہ یہ پتہ لگانا چاہتے ہین کہ زمان - ومکان ومادہ وحرکت کہان سے آئی تب اُنکو مان لینا پڑتا ہے کہ وہ چارون کسی قوت کا اثر (Phenomenon) ہین - چونکہ یہ قوت باعتبار مظہر ہونے زمان ومکان ومادہ وحرکت کے مقید ہوتی ہے اور انسان کو مقید کا تعقل بے مطلق کے تسلیم کرلینے کے نہین ہوسکتا اس لیے اس قوت کو جو غایۃ الغایات ہے تمام مظاہر وآثار (Phenomenon) کا بجز اسکے کہ اثر (Phenomenon) مانین عین (Neumenon) واجب الوجود بے ہمتا کا اور کیا کرسکتے ہین - قوت تک جو غایۃ الغایات علل ہے پہونچنے کے بعد عین Neumenon اور اثر (Phenomenon) مین واسطہ نہین رہتا ادراک البشری کی حد غایۃ الغایات یعنی قوت تک ہے اور وہ قوت گویا عین ذات (Neumenon) اور انسان مین حائل ہے قوت کے ادہر اسکے آثار ہین جو انسان ادراک کرسکتا ہے قوت کے اُدہر عین ذات ہے جہان ادراک بشری کی رسائی نہین وہ قوت اور غایۃ الغایات انسان اور عین ذات واجب الوجود بے ہمتا کے درمیان حائل ہے -

ما ازبرون در شدہ مشغوف صد فریب

تا خود درون پردہ چہ تقریر میکنند

خلاصہ یہ کہ علوم عقلیہ بتاتے ہین کہ تمام موجودات عالم معلول ہین ایک قوت کی جو

غایۃ الغایات اور علت اولی ہے لیکن وہ غایۃ الغایات بلا واسطہ موجودات عالم کے
علت ہونے کی وجہ سے مقید بالمعلولات اور مضاف الی العالم ہے اور چونکہ مقید
اور مضاف کا تصور اضافی ہے بوجہ مطلق کے نہین ہو سکتا اس لیے گو عقل بشری
اُس مطلق کا احاطہ نکر سکے تاہم واجب لوجود مطلق کا اذعان کر لینا فطرت انسانی کا
لازمی نتیجہ ہے -

یہ طریقہ ہی موجودات عالم سے وجود صانع کے پتہ لگانے کا دوسرا طریقہ فطرت بشری
سے پتہ لگانے کا ہے اسکی تفصیل یہ ہے - آدمی مین چند قوتین ودیعت ہین اور
اُنکے کام مقرر ہین جو کام جس قوت کا ہے وہی اُس سے ہوتا ہے دوسرا کام اُس قوت
سے نہین ہوتا ہے نہ دوسری قوت وہ کام کر سکتی ہے - آنکھ کا کام دیکھنا ہے سُننا
اوسکے لیے محال ہے آنکھ سوائے دیکھنے کے اور کچھ نہین کر سکتی اور دیکھنا سوای آنکھ
کے اور کسی عضو سے نہین ہوتا کان کا کام سُننا ہے کان کوئی کام سوا سُننے کے نہین
کرتا اور سُننا سوا کان کے کسی اور عضو سے نہین ہوتا - ذلیقے کا کام چکھنا ہے سوالے
چکھنے کے اور کوئی کام وہ نہین کرتا نہ چکھنا سوا ذلیقے کے کسی اور قوت سے ہو سکتا
ہے ادراک بشری کا کام آثار محسوسہ بالحواس کو نفس مدرکہ تک پہونچا دینے کا ہے اور
عقل کا کام مدرکات بشری پر حکم ثبوتی یا سلبی لگانے کا ہے جو قضایا حواس اور ادراک
اور عقل انسانی کی بابت بیان ہوے وہ بدیہی ہین محتاج ثبوت نہین اب دیکھنا
چاہیے کہ عدم محض کو کوئی شخص چھو سکتا ہے چکھ سکتا ہے یا سونگھ سکتا ہے یا سُن سکتا ہے یا دیکھ سکتا
ہے - دنیا مین ابھی تک نہ کوئی ایسا آدمی ہوا ہے نہ آیندہ ہوگا جو کہے کہ عدم محض کو
مینے چکھا ہے یا سونگھا ہے یا دیکھا یا ادراک کیا ہے یا اُسپر حکم لگایا ہے - جب عدم محض

محسوس بالحواس نہین ہوسکتا تو ادراک بشری مین اُس سے کوئی ایسا تغیر جو موجودات کے چھونے یا چکھنے یا سونگھنے یا دیکھنے یا سُننے سے پیدا ہوتا ہے ہرگز پیدا نہین ہوسکتا اور جب نفس انسانی مین کوئی تغیر عدم محض سے پیدا ہے نہین ہوسکتا تب آدمی کو عدم محض کا علم ہی نہین ہوسکتا کہ وہ کیا ہے اور آدمی مین کیا تغیر پیدا کرتا ہے اور جب آدمی کو عدم محض کا ادراک ہے نہین ہوسکتا تب آدمی اُسپر کوئی ثبوتی حکم ہے نہین لگا سکتا نہ کھ سکتا ہے کہ وہ سیاہ ہے یا سپید ہلکا ہے یا بھاری۔ خوشنما ہے یا بدنما متناہی ہے یا غیر متناہی۔ صانع عالم نے فطرت انسانی کو جیسا بنایا ہے اُسکے لحاظ سے آدمی کو عدم محض کا تصوّر اور ادراک کرنا اور اوسپر حکم لگانا محال ہے۔ حواس و ادراک اور عقل بشری کی حد یہ ہے کہ وہ عدم محض سے متعلق ہی نہین ہوسکتی اصل یہ ہے کہ عدم محض کا ادراک ہرگز نہین ہوتا۔ مگر عدم ادراک کو ادراک عدم کہنے لگے ہین اور بولتے بولتے ایسے خوگر ہوگئے ہین کہ ادراک عدم محض کے محال ہونے کیطرف توجہ ہی نہین ہوتی۔ ادراک انسانی کی یہی حد ہے جو کسیطرح کسی انسان کو ایسی حالت تصوّر ہی نہین کرنے دیتے جس مین نہ موجودات عالم ہون نہ زمان نہ مکان نہ مادہ نہ قوت نہ صانع عالم بلکہ عدم محض ہوا اور اسکے بعد وجود عالم ہوا آدمی یہ تو کر سکتا ہے کہ عقل کو تلاش ہی نکرے کہنے لگے کہ عالم ہمیشہ سے خود بخود ہے جیسا دہریون کا عقیدہ ہے مگر یہ کبھی نہین کھ سکتا کہ عدم محض وجود بنگیا کیونکہ عدم محض کا تصوّر محال ہے اور اُسکا اپنے نقیض مین بدل جانا اور زیادہ محال۔ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ عقل انسانی کو زمان۔ مکان و مادہ و قوت تک پتہ لگتا ہے اوسکے آگے کا علم عقل انسانی کو نہین ہے جیسا لاادریہ کہتے ہین۔ یہ بھی کر سکتا ہے کہ موجودات عالم سے اُن

علتون کیطرف چلے جنسے موجودات عالم کا ظہور ہے - اور چلتے چلتے واجب الوجود ہی ہمتا تک جا کر تھم جاوے - اور نیز اور بجز یہ ہے واجب کی تعداد گھٹاتے گھٹاتے واحد کردی مگر جب واحد سے کم کر کے عدم محض کرنا چاہا تب ادراک بشری کی حد مقرر ہونے کی وجہ سے نہ وہ عدم محض کا تصور کر سکتا ہے نہ اُسپر حکم لگا سکتا ہے نہ کوئی کبھی قائل ہوا ہے کہ عدم محض علت العلل ہے عدم محض کا ادراک ہی نکر سکنا اسبات کی وجہ ہے کہ آدمی تمام موجودات کو ممکن الوجود نہین کہہ سکتا ایک موجود کو کم سے کم واجب الوجود کہتا ہے اور یہی معنی ہین اس قول کے کہ قطرتاً ہر انسان موحد ہے اور نیز اس قول کے آدمی اپنے خالق کو نور ایمان سے جانتا ہے نہ استدلال و برہان سے اور کیا عجب ہو کہ کلّ مولود یولد علی فطرۃ الاسلام کے یہی معنی ہون - ادراک بشری کی یہی حد ہے جو ذات مطلقہ واجب الوجود سے اُسکو متعلق نہین ہونے دیتی انسان کو بے علاقہ خاص کے علم ہونا محال ہے اور واجب الوجود مطلق سے علاقہ خاص ہو تو وہ مقید ہو جاوے مطلق نرہے ادراک انسانی کی یہی حد ہے جو سلسلہ معلول وعلت کو الی غیر النہایہ نہین لے جانے دیتی - ممکن ہے کہ مسلمانون کے لیے الی ربّک المنتہیٰ اس حد کے بیان کرنیکا بہترین طریقہ ہو -

خلاصہ یہ کہ ادراک اور عقل بشری محدود ہین انسان کو یہ تصوّر کرنا محال ہے کہ موجودات عالم کی ابتدا عدم محض سے ہوئی عدم محض سے ابتدا ہونا محال ہوئی تب ایسے وجود سے ہو گی جو عدم محض نہین ہو سکتا یعنی ممکن الوجود نہین ہے جو مسبوق بالعدم ہو بلکہ واجب الوجود ہے - اُس واجب الوجود کی بابت تین عقیدے ہو سکتے ہین (۱) عالم خود واجب الوجود ہے اور دہریون کے عقیدے کا یہی

خلاصہ نکلتا ہے (۲) واجب الوجود ہوگا مگر عقل انسان اُسکی نسبت حکم نہین لگا سکتی
اور یہی خلاصہ لاادریہ کے عقیدے کا ہے (۳) واجب الوجود ہی وہ واحد ہے اور بے ہمتا
ہے اور یہی عقیدہ ہے موحدین کا تینون عقیدون کے موازنہ کرنے سے عقل سلیم
اسی طرف جاتی ہے کہ توحید سب سے بہتر ہے کیونکہ تمام عالم کا باوجود لاتعد کثرت
کے چند سادہ اصول پر چلنا اور ایک ہی رابطہ سے وابستہ ہونا اتفاقا ہونے کی نسبت
کسی فاعل کے سبب سے ہونا زیادہ قرین قیاس ہے نعل کا بے فاعل کے ہونا
عقل بشری مین نہین آتا چونکہ اس عقیدے کے تعیین مین متعارف عقل بشری مستقل
نہین ہے اسی لیے نور ایمان اور ہادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

نیا کھانا کتنا ہی صالح الغذا ہو مزے کا نہین معلوم ہوتا ہے۔ نئی خوشبو خواہ مخواہ ناپسند
ہوتی ہے۔ عادت نے جس شکل کو حسین بتایا ہے اُسکے خلاف صورت حسین نہین معلوم
ہوتی ہے ایسا ہی عجب نہین کہ جو طریقے صانع عالم کے ثبوت کی تقریر سابق مین بیان
ہوئی ہین موحدین کو پسند نہ آوین لیکن باربار اُنپر غور ہو اور طبیعت اُنسی مانوس
ہو جاوے تو یقین ہے کہ وہ ضرور پسند آوینگی۔

مسئلہ کون

مسئلہ کون (Evolution) اُنیسوین صدی کی عمدہ ترین تحقیقات مین سے ہے۔

مسئلہ کون اور اُسکے اصول نے علماء یورپ و امریکا کے عقاید اور معلومات معمولات مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے اور نظر حقیقت بین مین وہی سنت اللہ ہے جس پر تمام کائنات چل رہی ہے۔

یورپ و امریکا کے اہل علم مین کون اور اُسکے اصول عرف عام ہو گئے ہین اور ہر شخص اون سے مانوس ہے ایک دوست کے فرمانے سے مین اُردو مین بیان کرنا چاہتا ہون۔

(۱) کون کا مفہوم کیا ہے۔

(۲) اُسکی فعلیت کے کیا اصول ہین۔

مجھکو اندیشہ ہے کہ میری کوشش بہت ہی قاصر ہوگی۔ اول تو مسئلہ کون فلسفہ جدید کے عام ترین اور اسلیے وسیع ترین مسائل مین سے ہے۔ باقی تمام علوم عقلیہ کے کلیات اُسکے مبادی و نیز تشریحات ہین۔ اُسکی وسعت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حکیم اسپنسر نے اُسکی تنقیح و تشریح مین اپنی عمر بسر کی اور دس مجلد مین جس مین پانچ ہزار سے زیادہ صفحہ ہین اُس کو اور اُس کی مثالونکو زبان انگریزی مین لکھا اور کہین چھتیس برس مین کتاب تمام ہوئی۔ انگریزی مین علوم جدیدہ و قدیمہ کے اصطلاحات و مفاہیم کے لیے الفاظ و عبارات وضع ہو چکے ہین

اور اہل علم اُن لفظون اور عبارتون سے خوب مانوس ہین جن کا ایک ایک
لفظ اور ایک ایک فقرہ کان تک پہونچتے ہی صدیون کی تحقیقات کو جنکے
بیان کے لیے سیکڑون صفحے درکار ہون چشم بصیرت کے سامنے روشن
کردیتا ہے۔ ایسے عظیم الشان مسئلہ کے بیان کے لیے چند صفحے میرے
اختیار مین ہین اور وہ بھی اردو مین جو ابھی تک علوم کی اصطلاحون اور
مفہومون کے ادا کے لیے مستعد نہین۔ مجھکو ناگزیر ایسے لفظ اور فقرے
وضع کرنے پڑے ہین جن سے کان آشنا نہین اور جو ابھی تک اپنی
التزامی دلالت سے بجز ظلمات بعضہا فوق بعض کے اور کچھ نہین
دکھا سکتے ہین۔ روشنی کی موجون کو بجائے اثیر (ether) کے
میلے گدلے پانی کے واسطے سے ناظرین تک پہونچانا چاہتا ہون۔ مجھکو
اندیشہ ہے کہ میری تحریر عام فہم نہ ہوگی مگر فرمائش کی بجا آوری سے مجبور
ہون۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔

العالم متغیر

کائنات کی کچھ نہ کچھ چیزون کا تجربہ ہر شخص کو ہوتا ہے۔ بعینہ وہ سمان ہے
کہ تماشائی بازار مین کہین بیٹھ جائے اور اپنی آنکھون سے سیکڑون آدمیون
اور چیزون کو ایک جانب سے دوسری جانب جاتے دیکھ لے۔ عالم مین
بھی گویا ایک طرف سے چیزین معرض وجود مین آتی ہین اور دوسری طرف
پردہ عدم مین چلی جاتی ہین۔ گنگا ہر دیکھنے والے کو ایک سمت سے

دوسری سمت بہتی نظر آئے گی - اگر وہ تلاش کرے کہ اتنی بڑی ندی کہانسے
آتی اور کہان جاتی ہے تو اُس کو پتہ لگے گا کہ گنگا ہمالیہ پہاڑ سے نکل کر
ہند کے خاص حصون مین گزرتی ہوئی سمندر کے ایک حصہ مین جسکا نام
خلیج بنگال ہے مل جاتی ہے - ہمالیہ تک پہونچکر اُسکو حیرت ہوگی کہ پتھرون
سے پانی کیون نکلتا ہے - اس تلاش مین اگر وہ اُس راہ سے جس سے
پانی آرہا ہے اوپر چڑھنا شروع کرے تو وہ ہمالیہ کی چوٹیون پر پہونچکر دیکھیگا
کہ برف کی چٹانین جمی ہوئی ہین جو گرمی سے گھُل گھُل کر پانی ہوتی ہین -
اور زمین کی کشش سے دامن ہمالیہ کی طرف بہتی ہین اور اسی گداختہ برف
کا معتد بہ حصہ گنگوتری سے آگے چل کر گنگا کہلاتا ہے - اگر خدا نے اُس کو
عقل جویا دی ہو تو اُسکو یہ تلاش ہوگی کہ ہمالیہ کی اتنی اونچی چوٹیون پر جو سمندر
کی سطح سے تین میل کے قریب بلند ہین - برف کی چٹانین کیسے پہونچین -
ڈھونڈتے ڈھونڈتے اُسکو پتہ لگے گا کہ کرہ ہوا مین سے جاڑون مین برف
کے گالے گرا کرتے ہین اور وہی جم کر چٹانون کی صورت قبول کر لیتے ہین
اور بلندی کے سبب سے وہان تک زمین سے اتنی گرمی منعکس نہین ہوتی
کہ پگھلا کر اُنکو غائب کر دے - یہ تلاش بھی ضرور ہوگی کہ کرہ ہوا مین پانی کے
اتنے بہت سے ذرے کہان سے آئے جن سے لاکھون من برف ہمالیہ
کی چوٹیون پر جم گئی - تلاش سے ظاہر ہوگا کہ سمندر کا پانی سورج کی گرمی سے
بخار ہو کر ہوا مین اونچا ہو جاتا ہے - اور اُسی بخار کے ذرے سردی سے
برف بن کر ہمالیہ کی چوٹیون پر اکٹھا ہوتے ہین - یہ پانی کے ذرے ن کا سمندر کی

صورت مین بھرا ہونا سورج کی گرمی سے بخار بن کر ہوا مین اُڑنا - پھر گرمی کی کمی سے روئی کے گالون کی سی صورت بنا کر ہمالیہ کی چوٹیون پر گرنا - اور سردی کی شدت سے چٹانون کی صورت مین اکٹھا ہونا - گرمی کے بڑھنے سے اور کشش زمین کی وجہ سے دامن ہمالیہ کی سمت بہنا - اور گنگا ہو کر ایک ہزار پانسو ستر میل کی راہ طے کر کے سمندر مین جا ملنا - گنگا کے عدم سے وجود مین آنے اور وجود سے عدم مین جانے کی دلربا اور حیرت افزا تاریخ ہے اعجاز عیسوی اور سحر سامری مین اور اس مظہر قدرت مین زمین اور آسمان کا فرق ہے - ہان دیکھتے دیکھتے عقول متعارفہ کو حیرت باقی نہین رہی بلکہ نوبت یہ پہونچتی ہے کہ مظہر قدرت کو قانون فطرت و اعجاز کو خرق عادت کہنے لگے ہین -

سلسلہ علت و معلول کے عام لفظون مین اگر دریاے گنگ کے وجود و عدم کی تاریخ کو بیان کرین تو سلسلہ یہ ہے بہت سے تغیرات کا جو سب کے سب پانی کے ذرون پر گرمی یعنی حرکت کی ایک قسم کی کثرت اور قلت سے طاری ہوتی ہین - اور جو نشیب و فراز وہ ذرے دیکھتے ہین - جذب یا کشش زمین کی وجہ سے دیکھتے ہین - واضح رہے کہ عدم سے مراد عدم محض نہین بلکہ عدم متعارف مراد ہے - جس مین فرد کائن بالفعل موجود نہین ہوتا - مگر وہ مادہ اور قوت جس سے فرد کائن بالفعل مرکب ہوگا - بالقوۃ موجود ہوتے ہین اور اس معنی مین عدم ہم معنی وجود بالقوہ کا ہے -

پانی بسیط نہین ہے - مرکب ہے - آکسیجن و ہیڈروجن دو ہواؤن سے

ملکر بنا ہے اگر نشتر کیمیائی (Analysis) سے دنیا کے تمام پانی کو پھاڑین
تو آکسیجن اور ہیڈروجن دو ہوائین پیدا ہونگی اور پانی اور اُسکی سیال صورت
باقی نہ رہیگی۔ پھر اگر نفث کیمیائی (Synthesis) سے جدا شدہ آکسیجن اور
ہیڈروجن کو ملا دین تو جتنا پانی پھاڑا تھا اوتنا ہی پھر پیدا ہوگا۔ اور آکسیجن
اور ہیڈروجن اپنی ہوائی صورت کو چھوڑ کر پانی کی سیال شکل مین نمودار
ہون گی۔ یہ حکایت ہے پانی کے عدم سے وجود مین آنے اور وجود سے
عدم مین چلے جانے کی اور تمام حکایات مجموعہ ہے چند تغیرات کا جن مین سے
ہر ایک نتیجہ ہے سالمات آکسیجن و ہیڈروجن کے انضمام اور انتشار کا کثرت
وقلت حرکت سے جو ان مین موجود ہوتی ہے اور جس کی مقدار مختلف
حالتون مین مختلف ہوتی ہے۔ بڑ کے درخت کے وجود و عدم کی تاریخ پر
اگر نظر ڈالین تو عیان ہوگا کہ رائی سے بھی چھوٹا بیج زمین مین گرتا ہے اور
چند دنون مین چھوٹے سے نازک پودے کی صورت مین زمین پر نمودار
ہوتا ہے اور اپنی گردکی زمین اور پانی اور ہوا سے غذا غذا کھا کر تیس
چالیس سال مین خوب بالیدہ درخت ہو جاتا ہے اور اپنے سے ہزارہا
درخت جابجا پیدا کر دیتا ہے۔ ایک مدت کے بعد اوسکی شاخین اور تنہ
اور جڑین سال خوردہ ہو کر بوسیدہ ہونا شروع ہو جاتی ہین اور جو غذائین اُسنے
زمین اور پانی اور ہوا سے لی تھین وہ رفتہ رفتہ جہان سے آئی تھین وہین
واپس چلی جاتی ہین اور بڑ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ بڑ کے عدم سے
وجود مین آنے اور وجود سے عدم کو جانے مین جو تغیرات ہوتے ہین

وہ سب مادہ کے سالمات پر اُن حرکتوں کی وجہ سے ہوتے ہین جو ذرات مرکب من السالمات مین ہوتے ہین۔ کبھی سالمات مادہ کی تعداد بڑھ مین زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور حرکت منطویہ فی السالمات کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور کبھی سالمات کا شمار گھٹ جاتا ہے اور حرکت خارجہ عن السالمات کی مقدار بڑھ جاتی ہے ہاتھی۔ گھوڑا۔ بیل وغیرہ جانوروں کے عدم سے وجود مین آنے اور وجود سے عدم مین جانے کی وہی شاہراہ ہے جو اور مخلوقات کی ہے۔ وہ بھی مجموعہ ہے چند تغیرات کا جو مادے کے سالمات پر اُن حرکتون سے جو سالمات کے ذرون مین موجود ہے۔ پیدا ہوتی ہین۔ وقت معین تک سالمات بڑھتی جاتی ہے اور حرکات منطویہ کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے بعد مین سالمات کم ہونا شروع ہوتے ہین اور حرکت بڑھنے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ سب سالمے جہان جہان سے آ کر جانور کی شکل مین متشکل ہو گئے تھے اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہین اور پیدا شدہ جانور کا نام و نشان بھی نہین رہتا۔

انسان کے وجود و عدم کی تاریخ بھی یہی ہے۔ پورا جوان ہونے کے وقت سالمات کی تعداد سب سنون سے زیادہ اور حرکات منطویہ کی مقدار سب سنون سے کم ہوتی ہے اور فنا کے وقت تمام سالمات منتشر ہو کر اپنے اپنے حیزون مین چلے جاتے ہین۔

قومون پر بھی عدم سے وجود مین آنے اور وجود سے عدم کو جانے مین یہی تغیرات گزرتے ہین۔ چند مرد و زن ملکر خاندان بناتے ہین اور چند خاندان

قبیلے اور چند قبیلے قوم- ہر آئندہ حالت مین گزشتہ حالت سے انضمام افراد
زیادہ ہوتا ہے اور حرکت کم اور جب قومین زوال و فنا کی طرف چلتی
ہین تو افراد گھٹنے لگتے ہین- اور حرکت اُن مین زیادہ ہونے لگتی ہے-
وجود بین العدمین کے سفر کو جن منزلون سے مخلوقات الٰہی طے کرتے ہین
مصنوعات بشری بھی اُنھین منزلون سے گزرتے ہین- علوم و فنون و السنہ و دیگر
مصنوعات بشری اسی راہ کے چلنے والے ہین-
یہ چند مثالین ہین "العالم متغیر" کی- کائنات مین اربون تغیر سدا سے ہوتے
رہے ہین اور سدا ہوتے رہین گے- کوئی مخلوق یا مصنوع کبھی ان تغیرات
سے خالی نہین- مجموعہ کائنات عالم جیسا آج صبح کو تھا ویسا شام کو نہ رہے گا-
کہکشان جو ذخیرہ ہے بے حد ثوابت و سیارکا جیسا ایک دن صبح کو ہوتا ہے
ویسا اُسی دن دوپہر کو نہین رہ سکتا- سورج جیسا دس بجے ایک دن کو ہوتا ہے
ویسا اُسی دن بارہ بجے نہین رہتا- زمین جیسی چار بجے شام کو ایک دن
ہوتی ہے ویسی اُسی دن شام کے پانچ بجے نہین ہوتی- بیج مین زمین کے
گرنے سے درخت کے پیدا ہو کر فنا ہو جانے تک ہر لحظہ و ہر آن تغیر ہوتا ہے
ایسا ہی نطفہ مین وقت انعقاد سے وقت موت تک تبدیلیان ہوتی رہتی
ہین- عالم مین تغیر ہی تغیر ہے- جہان کہین سکون نظر آتا ہے وہ محض اعتباری
ہے- تغیر کی یہ افراد لاتقف عند حد کے معنے مین یقیناً غیر متناہی ہین-
اگر ان سب کو نوعون مین تقسیم کرنا چاہین تو باعتبار قدر مشترک جتنی نوعین
پسند ہون بن سکتی ہین- مگر غور طلب یہ بات ہے کہ آیا لفظ تغیر کسی ایسے فعل واحد

موجود فی الخارج پر دلالت کرتا ہے جو جنس الاجناس ہو اون ربون تغیرون
کی جو دن رات کائنات عالم مین ہوا کرتے ہین یا یون ہیے کہ آیا کوئی ایسا
قضیہ تغیرات عالم کی تعبیر کے لیے بن سکتا ہے جو کلیۃ الکلیات ہو اور
کوئی تغیر ایسا نہ ہو جو اُس کلیہ کبری کی فرد نہ ہو۔ حکیم اسپنسر نے اپنی کتاب
System of Synthetic Philosophy مین اس کلیہ کبری کو بہت
بسط سے بیان فرمایا ہے۔ اُس کے اصول کو منضبط کیا ہے۔ طبیعات۔ علم
حیات۔ علم النفس۔ علم القوم۔ علم الاخلاق مین کلیہ کبری کو لگایا ہے اور اُس کا
نام Evolution and Dissolution رکھا ہے مین نے اپنے ورد المقدمہ
مین اُس کا ترجمہ کون و فساد کیا ہے۔ اُردو مین اب مسٔلہ کون کو مسٔلہ ارتقا بھی
کہتے ہین۔ مین کون و فساد کو اور اُردو ترجمون پر ترجیح دیتا ہون کیونکہ یہ جملہ
صدیون سے رائج ہے۔ تشبیہاً کہہ سکتے ہین کہ کون و فساد دونون ملکر ایک
دوریا مدار ہین۔ نقطہ حضیض غایت انتشار سالمات مادہ اور غایت سرعت
حرکت سالمات کا مرتبہ ہے اور نقطہ اوج غایت انضمام سالمات مادہ اور
غایت بطوء حرکت سالمات کا درجہ ہے۔ قوس صعودی مین اُن سالمات مین
جن سے کوئی مخلوق بنے گا انضمام (Integration) بڑھتا جاتا ہے
اور جتنی حرکت اُن مین ہوتی ہے وہ کم ہوتی جاتی ہے اور قوس نزولی مین
حالت برعکس ہو جاتی ہے۔ سالمات مادہ مین انتشار بڑھتا ہے اور حرکت
بسرعت۔ مسٔلہ کون و فساد کے اچھی طرح سے سمجھ مین آنے کے لیے چند تمہیدی
وصلین ناگزیر ہین۔ اُن کو ذیل مین درج کرتا ہون۔

فصل- کون وفساد کے اصول موضوعہ کے بیان مین

ہر علم مین چند اصول ایسے ہوتے ہین جن پر اُس علم کے قضایا موقوف ہوتے ہین - اُن اصول کو اُس علم مین مان لیتے ہین - اُن کے ثبوت اور عدم ثبوت سے بحث نہین ہوتی - مثلاً اقلیدس مین چند اصول موضوعہ ہین - اگر اصول موضوعہ مین بحث شروع کرین تو اقلیدس کی شکلین ثابت کرنا محال ہو جائے -
کون وفساد کے لیے بھی چند اصول موضوعہ ہین - اور حکیم اسپنسر کی رائے کے موافق حسب ذیل ہین -

(۱) ایک واجب الوجود بے ہمتا جو عقل بشری مین نہین آسکتا - جو منطقی دلیلون سے ثابت نہین ہو سکتا - جس کے ہونیکا اذعان فطرتاً[1] پر موقوف ہی اور جس کے اذعان سے گریز نہین -

(۲) کائنات عالم مظاہر و آثار (Phenomena) ہین اُسی واجب الوجود بے ہمتا کے اور نہین انداد و اضداد موجود ہین اور وہ عقل انسانی مین آتے ہین -

(۳) مظاہر و آثار قابل ادراک بوجہ الجنس یمیل الی الجنس ممتاز ہو کر ذات (Subject) اور سوائے الذات (Object) مین منقسم ہو جاتے ہین - اُن سے

[1] ایک شخص نے بہت خوب کہا ہے کہ اگر کسی شخص مین فطرتاً موحد ہونے کی قابلیت بلا واسطہ نہ ہو تو بواسطہ ہدایت یا دلیل اُس کو موحد کرنا محال ہے - ممکن ہے کہ یومنون بالغیب اسی کی طرف اشارہ ہو -

مراد نفس مدرکہ ہے جو حیات کے ساتھ پایا جاتا ہے اور جو انسان مین تمام حیوانون کی بہ نسبت اعلیٰ ترین درجہ پر ہے۔ جس کی وجہ سے انسان مین ارادہ ادراک۔ حافظہ۔ تمیزہ۔ غصہ۔ رغبت۔ نفرت وغیرہ قوتین موجود ہین۔ یہی وہ چیز ہے جسکی وجہ سے ہر انسان اپنے آپ کو "خود" (ego) جانتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے "خود" کو سائر کائنات سے جدا جانتا ہے۔ نفس مدرکہ ہی پر زیست علم و عمل و ارادہ وغیرہ خصائص موقوف ہین مگر اسی کے ساتھ یہ جاننا ممکن نہین کہ وہ کیا چیز ہے۔ علم تو اُس کیفیت کا نام ہے جو پیدا ہوتی ہی علاقہ خاص سے مابین نفس مدرکہ اور معلوم خاص کے اور تنہا نفس مدرکہ کی حقیقت کا جاننا اسلیے ممکن نہین۔

سوئ الذات سے مراد عالم کے باقی کائنات موجود فی الخارج ہین مانند نجوم سورج۔ چاند۔ زمین۔ سمندر۔ پہاڑ۔ معدنیات۔ حیوانات۔ نباتات وغیرہ کے۔ جن کی انتہا زمان۔ مکان۔ مادہ۔ حرکت۔ قوت پر ہوئی ہے۔ انتہا ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حیوانات۔ نباتات۔ معدنیات وغیرہ مرکبات مادی کے علل حدوث دریافت کرنا شروع کرین اور معلولات سے علل کیطرف چلین تو انتہا مین۔ زمان۔ مکان۔ مادہ۔ حرکت۔ قوت تک حدوث کی علتون کا پتہ لگتا ہے وہان پہونچکر اگر زمان کی علت دریافت کرنا چاہین تو عقل بشری مین زمان کے اُس طرف جانے کی قدرت نہین ہوتی۔ ایسا ہی اگر مکان کی علت کو جاننا چاہین تو اُسکا علم عقل بشری کو نہین ہو سکتا۔ نہ مادہ کی علت کا علم ہو سکتا ہے نہ حرکت و قوت کی علت کا۔

زمان مین ایسی توالی (Succession) ہے جس کا اعادہ نہین ہوتا۔ جو جزو اُس کا گزر چکتا ہے وہ پھر مدرک نہین ہوتا۔ گویا ایک لمبا سوت ہے جو جتنا کھلتا جاتا ہے اُتنا ہی جلتا جاتا ہے۔ اُس کی حقیقت فوق الادراک ہے۔ بعض کہتے ہین وہ موجود خارجی (Objective existence) ہے سوا اسکے کہ اُسکو قوت کا اثر مانین اور کچھ کہنے کی گنجائش نہین۔

کوئی ایسی حالت نہین ہو سکتی کہ آدمی کو ادراک ہو اور اسی کے ساتھ زمان کا ادراک نہ ہو۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ زمان اُن مسلمات مین سے ہے جن پر ادراک موقوف ہے۔ اسلیئے زمان کو دوام ہونا ناگزیر ہے۔ مکان مین ایسا تعاقب (Co-existence) ہے جس مین ایک نقطے سے دوسرے نقطہ کیطرف عود ممکن ہے اور جس کے اجزا جن کا ادراک زمان گزشتہ مین ہوا ہو مانند اجزاء زمان ماضی فانی نہین ہو جاتے زمان کے مانند مکان کی بابت یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ وہ سوے الذات مین سے ہے۔ یا ذات مین سے۔ آنا مانے بغیر سے چارہ نہین کہ وہ قوت کا مظہر ہے۔ زمان مانند مکان کے اُن مسلمات مین سے ہے۔ جن پر ادراک موقوف ہے اور یہی وجہ ہے کہ نفس مدرکہ اُسکو دائم جانتا ہے۔ مادہ کی انتہا بھی نقاط متعاصرہ تک پھونچتی ہے جو مزاحمت کرتے ہین اور اسی مزاحمت کی وجہ سے وہ نقاط متعاصرہ مکان سے ممتاز ہین۔ اس مزاحمت کو بھی قوت کا اثر ماننا پڑتا ہے۔ مکان مین صرف امتداد (Extension) ہے۔ یعنی ابعاد ثلاثہ اور مادہ مین امتداد بھی ہے اور مزاحمت (Resistance) بھی مکان اور مادہ امتداد مین مشارک

ہین اور مادہ سے مکان سے مزاحمت مین ممتاز ہے۔ لفظ مادہ گویا بمعنی ممتدہ کے مستعمل ہوا ہے اور بجائے مادہ بمعنی ممتدہ اگر سادہ بمعنی مزاحمہ (مزاحمت کرنے والا) کہین تو زیادہ اچھا ہو۔ اسی امتداد مکانی کو مقلدین حکماء یونان نے جسم تعلیمی کہہ کر بہت سی پیچیدگیان پیدا کر دی ہین۔ مادہ اس زمانہ مین ستر عنصرون مین منقسم ہے اور ہر عنصر بہت ہی چھوٹے چھوٹے سالمات سے بنا ہے۔ عناصر کی متعارف تقسیم دھات اور غیر دھات مین ہے۔ عناصر کی ایک اور تقسیم بھی ہے جس مین وہ باعتبار مقدار مادہ اپنے سالمات کے منقسم ہوتے ہین۔ وہ آٹھ جماعتون مین تقسیم کیے جاتے ہین جس مین سے ہر جماعت مین بارہ عنصر ہوتے ہین۔ اور جماعت اول کے پہلے دوسرے تیسرے چوتھے پانچوین وغیرہ عنصر کو دوسری جماعت کے پہلے دوسرے تیسرے چوتھے پانچوین وغیرہ عنصر سے مناسبت خاص ہے۔ چونکہ ابھی تعداد کل عناصر کی صرف ستر ہے اس لیے گویا چھبیس دریافت ہونے کو باقی ہین۔ ان جماعتون مین سے ہر ایک کے بارہ ابھی تک دریافت نہین ہوئے مگر استدلال تمثیلی (Analogy) سے غیر دریافت شدہ کا سالمی وزن۔ ثخن۔ مقدار حرارت جو اُسکے گداختہ کرنے کو درکار ہوگی۔ اُسکے مرکبات کی ماہیت ان سب باتون کی بابت پیشین گوئی ہو سکتی ہے۔ اور بہت معقول ثبوت اس تقسیم کے بجا ہونے کا یہ ہے کہ بعض عناصر کی بابت پیشین گوئی کی گئی۔ اور جب وہ عنصر ملا تو بجنسہ پیشین گوئی کے مطابق یا اُسکے بہت قریب تھا۔ زمانہ حال مین حاذقین طبیعات و کیمیا کی یہ رائے ہی

کہ سالمات مادہ اصل مین غیر متناہی چھوٹے چھوٹے احاد قوت ہین جن مین مطلق
جسمیت اور وزن نہین ہے۔ اُن کا وجود صرف اُنکے اثرون سے مستنبط ہوتا ہی
گویا ابتدائی مادہ اثیری مین جو تمام مکان کو بھرے ہوئے ہے غیر متناہی چھوٹی
چھوٹی بھوزین یا پھنکیان پڑگیئں ہین ۔ اور جب کوئی بڑی سی جماعت ان غیر
متناہی احاد قوت کی خاص صورتون مین فراہم ہوجاتی ہے تو اس بڑی
جماعت کا نام عنصر خاص رکھ دیا جاتا ہے اور ان بری جماعتون کے خاص
خاص صورتون مین فراہم ہوجانے سے خاص خاص عنصر پیدا ہوگئے ہین ۔
کوئی پیدا کرنے والی قوت جو علم انسانی مین نہین آسکتی ایک جماعت عناصر
کو ایک شکل خاص مین ترتیب دے دیتی ہے اور وہی پیدا کرنے والی
قوت دوسری جماعت کو دوسری شکل مین ترتیب دیتی ہے جو پہلی جماعت
سے مناسبت تو رکھتی ہے مگر خواص اور سالمی مقدار مین جدا ہوتی ہے
اب ایسا خیال ہے کہ ہیلیم (Helium) سب سے پہلا عنصر تھا جو پیدا
کرنے والی قوت نے اثیر سے پیدا کیا۔
کہہ سکتے ہین کہ ان احاد قوت مین جو خواص مثل جذب وکیمیائی ارتباط
(Chemical affinity) وغیرہ موجود ہین وہ بھی اُسی پیدا
کرنے والی قوت کا اثر ہین۔
حرکت کا تعقل کرنا چاہین تو زمان اور مکان اور مادہ کے تعقل کرلینے
کے بعد اسکا تعقل ممکن ہے۔ اُسکی حقیقت معلوم نہین۔ صرف یہ مان لیتے
ہین کہ وہ بھی قوت کا مظہر ہے۔ زمان ومکان ومادہ وحرکت وقوت کا

مظہر مان لینے کے بعد اس غایۃ الغایات کو بجز اسکے کہ واجب الوجود سب بے ہمتا کا مظہر مانیں اور کیا کر سکتے ہیں قوت تک جو غایت الغایات ہے پہونچنے کے بعد عین (Noumenon) اور اثر (Phenomenon) مین کوئی واسطہ نہین رہتا۔ ادراک بشر کی غایۃ الغایات اثر تک ہے اور وہ اثر انسان اور عین مین گویا حایل ہی۔

ما از برون در شدہ مشغوف صد فریب   تا خود درون پردہ چہ تقریر می کنند

بالجملہ جب تک انسان ان چار اصول یعنی۔

(۱) علۃ اولی غیر قابل ادراک۔

(۲) علت اولی کی معلولات قابل لادراک جنکو ہم مظاہر و آثار کہتے ہین۔

(۳) مظاہر و آثار کے تماثل و رتبائن۔

(۴) مظاہر و آثار مین انداد و اضداد کے ذات او رسوی الذات ہونے۔

کو تسلیم نہ کرے گے اُسوقت تک ادراک کا ہونا ممکن نہین۔

علاوہ اُن اصول موضوعہ کے جن کا ذکر ہوا حد ادراک بشری بھی قابل غور ہے۔ آنکھ کا کام صرف دیکھنے کا ہے۔ سننا اُس کے لیے محال ہے۔ آدمی کان سے آوازین سنتا ہے۔ کسی چیز کا کان سے دیکھنا یا چکھنا محال ہے اور محض عدم کو کان نہین سن سکتا۔ زبان فقط چکھ سکتی ہے لیکن نہ سن سکتی ہی نہ دیکھ سکتی ہے اور عدم محض کا چکھنا ممکن نہین۔ لامسہ سے چھونا ممکن ہے۔ سوا چھونے کے اور کوئی مانند چکھنے یا سننے یا دیکھنے کے ممکن نہین عدم محض کو لامسہ چھو نہین سکتا۔ جس حاسہ کا جو کام ہے فقط وہی کام وہ حاسہ کرتا ہی

دوسرا کام نہین کرسکتا - اور عدم محض سے کوئی حاسۂ کوئی علاقہ پیدا نہین کرسکتا نہ عدم محض کا احساس کرسکتا ہے - شاید دنیا مین کوئی بھی ایسا شخص نہ پیدا ہوا ہو گا نہ آیندہ ہو گا جو یہ کہے کہ عدم محض کو مین چھو سکتا ہون یا دیکھ سکتا ہون جیساکہ حواس خارجیہ کے محسوسات کی حد ہے اور وہ صرف اپنا اپنا کام کرسکتے ہین اور دوسرا کام نہین کرسکتے - ایسا ہی آیا ادراک انسانی کی کوئی حد ہے یا نہین - اور اگر ہے - تو یہ غالباً ہر شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہوگی کہ ادراک انسانی کی قوت محدود ہے - اور وہ قادر مطلق فی الادراک نہین ہے - صرف یہ بات دیکھنا ہے کہ اگر ادراک انسانی کی قوت محدود ہے تو اُس کی حد معین کیا ہے - حد اول تو یہ ہے کہ عدم محض کو ادراک انسانی ادراک نہین کرسکتا - کوئی صاحب اگر سوچ سکتے ہون کہ عدم محض سے ادراک انسانی کو کیسے تعلق ہوتا ہے تو مہربانی فرما کر بتا دین - ایک قضیہ کو زبان سے کہدینا اور بات ہے اور یہ دیکھنا کہ کس واقعہ خاص کو وہ قضیہ تعبیر کرتا ہے دوسری بات - کیسے کوئی بتا سکتا ہے کہ نفس مدرکہ کی ادراک محض عدم کے وقت کیا حالت ہوتی ہے - اور اُس حالت مین شے مدرک کیا ہے - لفظون اور عبارتون سے گزر کر اُن واقعات کی جانب نظر ہو جن کی تعبیر کے لیے لفظ اور عبارت موضوع ہین تو عیان ہو جائے گا کہ عدم محض کسی امر ثبوتی کا نہ موضوع ہو سکتا ہے نہ محمول - اصل یہ ہے کہ عدم ادراک کو ادراک عدم کہنے لگے اور سنتے سنتے ایسے خوگرفتہ ہو گئے کہ ادراک عدم محض کے محال ہونے کی طرف نفس کو التفات نہین ہوتا - ادراک انسانی کی یہی حد ہے جو کسیطرح سے

انسان کو ایسا تصور یا تعقل نہین ہونے دیتی - جس مین نہ عالم ہو نہ موجد عالم بلکہ عدم محض ہو - جب ادراک انسانی موجودات جزئیہ حادثہ سے اُن کی علتون کی طرف چلتا ہے تو محال ہونے کی وجہ سے عدم محض کو وہ ادراک ہی نہین کر سکتا - ایک واجب لوجو د تک جا کر رُک جاتا ہے - نشر اور تجرید (Abstraction) کی قوت سے یہ بات تو اُسکے لیے ممکن ہوتی ہی کہ وہ واجب لوجو د کی تعداد گھٹاتے گھٹاتے واحد کر دے مگر جب واحد سے کم کر کے عدم محض کرنا چاہتا ہے تو ادراک کی قدرتی حد کی وجہ سے عدم محض تک جانا اور عدم محض کا تصور کرنا اور اُس عدم محض کو موجود مطلق یا مقید کا موضوع کرنا محال ہو جاتا ہے - یہی وجہ اس بات کی ہے کہ آدمی کم سے کم ایک موجود کو واجب لوجود کہتا ہے - اور یہی معنی ہین اس قول کے کہ فطرتاً ہر انسان موحد ہے اور نیز اس قول کے کہ انسان خالق کو نور ایمان سے جانتا ہی نہ استدلال و برہان سے - اور ممکن ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ کے معنی بھی یہی ہون - جتنی دلیلین اور تقریرین ثبوت صانع عالم کی ماہرین فلسفہ قدیم و جدید نے لکھی ہین ان سب مین دھندلے طور سے اس دلیل مبنی بر حد ادراک بشری کی طرف اشارہ ہے - اکثر دلیلون مین وہ مضمر ہے اور بعض مین بہت غور سے نظر بھی آتی ہے مگر اس تحدید کے ساتھ بیان نہین ہوئی ہے - ادراک انسانی کی یہ حد بھی ہے کہ مطلق سے وہ متعلق نہین ہو سکتا - بے تعلق کے جاننا محال ہے اور متعلق ہو تو معلوم مطلق نہ رہے اور خلاف مفروض ہو جائے اور ادراک انسانی کی یہ بھی حد ہے کہ وہ علت کو الی غیر النہایۃ نہین بتا سکتا

کہین جاکر اُسکو مان لینا پڑتا ہے کہ یہ حد ہی اُسکے آگے جانا طاقت بشری سے باہر ہے۔ ممکن ہے کہ مسلمانون کے لیے "الی ربک المنتہی" اس حد کے بیان کرنے کا بہترین طریقہ ہو۔ علوم عقلیہ مین زمان۔ مکان۔ مادہ۔ حرکت قوت تک ادراک بشری سلسلہ عقل کو پہونچاتا ہے اور وہان جاکر ٹھہر جاتا ہی۔ آگے نہین چل سکتا۔ ادراک انسانی کی یہ بھی حد ہے کہ وہ صرف علت حدوث کو جان سکتا ہے۔ علت خلق کو نہین جان سکتا ——— علت حدوث کا علم اُسکو صیانت حیات مین مدد دیتا ہے۔ علت خلق کا علم اگر بفرض محال ہو بھی سکے تو صیانت حیات مین اُس سے کچھ فائدہ نہین ہو سکتا بالفاظ دیگر کہہ سکتے ہین کہ ادراک انسانی کو صرف کیف یعنی کیون (How) کا علم ہو سکتا ہے۔ لما دکس لیے) (Why) کا علم ہو ہی نہین سکتا۔ اگر شکر اور ذائقہ مین اتصال ہو تو انسان حکم لگا سکتا ہے۔ کہ ایک کیفیت خاص جسکو شیرینی کہتے ہین پیدا ہوگی۔ مگر یہ بات کہ شکر کس لیے شیرینی کی کیفیت پیدا کرتی ہی۔ اور نمک کیون نمکینی کی کیفیت پیدا کرتا ہے ادراک انسانی سے باہر ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ درخت سے پھل زمین پر کیون گرتا ہے تو انسان جواب دیسکتا ہے کہ سالمات مادہ کو باہم کشش ہے اور زمین پھل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کشش کس لیے ہے تو جواب دینا قوت بشری سے باہر ہے۔ ادراک انسانی کی قوتکے محدود ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان عدم محض سے کسی فرد کائنات کا وجود مین آنا تصور ہی نہین کر سکتا۔ اُسکو یہ کہنا ناگزیر ہوتا ہے کہ بالقوۃ وجود سے جیون

بالفعل وجود مین آتی ہین۔ ادراک انسانی کو دائرہ وجود سے عدم محض کی جانب جانے کی مجال نہین ہی۔ وجود ہی کی مختلف منزلون تک اُسکا گزر ہی۔ محسوسات مین آئے تو وجود فعلی تک پھونچ جائے۔ تجریداً علل غیر محسوسہ بالفعل کی طرف جائے تو بالقوۃ وجود کا تعقل کرے۔

فصل۔ اس بات کے بیان مین کہ مادہ کو فنا نہین

تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف مین جسکو فناء مادہ کہتے ہین وہ عدم محض نہین ہے۔ صرف غیبت عن النظر یا عدم محسوسیت ہے۔ اگر مادہ کا کوئی حصۂ معتدبہ یا اُس کے سالمات کا ایک جز وبھی معدوم محض ہو سکے تو تمام وہ علم جن مین مقادیر سے بحث ہوتی ہے اور جن کے مقدمات مین مقدارون کے معین ہونے سے صحیح نتائج نکلتے ہین غیر صحیح ہو جاوین۔

اگر کوئی شخص حساب لگاکر کہے کہ پانچ سیر اور سات سیر پانی مل کر بارہ سیر ہوتا ہے تو معارض کہہ سکتا ہے کہ نہین ملانے مین دو سیر فنا یا معدوم محض ہو جاتا ہے اور حاصل فقط دس سیر ہوتا ہے۔ اگر بیس اشرفیان کسی خادم کے سپرد کی جاوین اور وقت طلب وہ فقط پندرہ پیش کرے تو اُس سے مواخذہ نہ ہونا چاہیے۔ وہ کہہ سکے گا کہ پانچ اشرفیان معدوم محض ہو گئین۔ ریل کے ذریعہ سے سیر بھر پلاٹینم لکھنؤ سے دہلی بھیجی جائے اور وہان پھونچکر فقط تین پاؤ رہ جائے تو یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ لکھنؤ سے دہلی تک پھونچنے مین جن

لوگون کے ہاتھ سے گزری ہے اُن مین سے کسی سے مواخذہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ جب مادہ کو فنائ محض ہوتی ہے تو کیون پاؤ بھر پلاٹینم کو فنائ محض نہ ہو گئی ہوگی۔

علاوہ اس کے ادراک بشری فقط موجود ہی سے متعلق ہو سکتا ہے۔ معدوم محض سے متعلق نہین ہو سکتا۔ ایسی حالت مین یہ حکم لگانا کہ مادہ موجود معدوم محض ہو گیا ہے یا عدم محض مادہ بن گیا۔ طاقت بشری سے باہر ہے اور اسی کے قریب ہے یہ قضیہ کہ مجہول مطلق کی طرف نفس کو توجہ نہین ہوتی۔ غلطی سے ذات کی جس حالت کو ادراک عدم کہتے ہین وہ اصل مین عدم ادراک ہے۔

مادہ کے غیر فانی ہونے سے ہماری مراد اُس قوت کا غیر فانی ہونا ہے جس سے مادہ انسان مین مزاحمت کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اگر حکماء یونان اور اُن کے مقلدین کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ مادہ مرکب من الہیولی والصورۃ ہوگا۔ یہ قول نتیجہ ہے تقسیم نشری (Analytical division) کا یعنی جسم کو ایسے دو اجزا مین تقسیم کر دیا ہے جن مین سے کوئی جزو جداگانہ مستقلاً موجود فی الخارج نہین ہو سکتا۔ بلکہ ایک جزو محسوس ہوتا ہے لامسہ سے اور دوسرا جزو محسوس ہوتا ہے باصرہ سے۔ ہیولی حقیقت مین وہ مظہر مزاحم ہے جو لامسہ سے مدرک ہوتا ہے اور صورت وہ مظہر ہے جو باصرہ سے مدرک ہوتا ہے۔ اگر تقسیم کنندہ مین قوت لامسہ نہ ہوتی تو ہیولی جسم کا جزو نہ ہوتا ایسا ہی اگر قوت باصرہ نہ ہوتی تو صورۃ جسم کا جزو نہ ہوتی۔ از زمانہ حال مین جو

محققین کہتے ہین کہ عالم مین مادہ اور قوت دو جداگانہ وجود ہین اور دونون مین سے کسی کو فنا نہین - اُسکے یہ معنے نہ سمجھنے چاہیین کہ وجود خارجی مین تجربہ انسانی مادہ اور قوت کو جدا جدا ادراک کرتا ہے - یہ تقسیم بھی بشری تقسیم ہے - ورنہ جہان تک انسان کو ادراک ہوتا ہے - مادہ اور قوت ہمیشہ دونون ساتھ ملے ہوئے پائے جاتے ہین -

فصل اس بیان مین کہ کسی حرکت کو مانند مادے کے فنا نہین ہے

تجربہ ثابت کرتا ہے کہ حرکت جب ظاہر بین نظر نہین آتی تو وہ فنا نہین ہوتی ہے بلکہ اُسکی صورت بدل جاتی ہے - یا تو وہ حرارت یا نور یا مقناطیس یا برق کی صورت مین تبدیل ہو جاتی ہی یا کشش کی حالت مین لامسہ کو محسوس ہو سکتی ہے - اگر حرکت معدوم محض ہو سکے تو جتنے علوم ایسے ہین جن مین مقدار حرکت سے بحث ہی اُن سب سے صحیح نتائج نہ نکل سکین گے -
علاوہ براین عقل انسانی عدم مطلق حرکت کا نہ تعقل کر سکتی ہے نہ اُسپر حکم لگا سکتی ہے - حرکت کے غیر فانی ہونے سے اُس مزاحمت کا غیر فانی ہونا مراد ہے جو انسان کو اُس سے محسوس ہو سکتی - اس سے واضح ہو گا کہ دوام حرکت و عدم فناء مادہ دونون کا ادراک ہمکو قوت کی صورت مین ہوتا ہی -

فصل اس بیان مین کہ قوت کو دوام ہے

قوت کے جو تجربے ہمکو ہوئے ہین اُن کا تقاضا ہے کہ ہم قوت کو

دو قسمون مین تقسیم کرین۔

(۱) وہ قوت جو تغیر نہین پیدا کرتی ہے وہ قوت ہی جس سے جسم اپنے حیز مین متحیز ہوتا ہے یا مکان کو گھیرتا ہے۔

(۲) وہ قوت جو تغیر پیدا کرتی ہے اور جس سے حرکت جسمی یا حرکت سالمی پیدا ہوتی ہے۔ اس قوت کو اصطلاح مین طاقت (energy) کہتے ہین۔ حرکت جسمی وہ حرکت ہے جس مین جسم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف جاتا ہے اور حرکت سالمی وہ حرکت ہے جس مین جسم خواہ ساکن ہو یا متحرک اُس کے سالمات حرکت کرتے ہین۔ مثلاً کسی اشرفی کو جبکا ملس صفر ہو دوسو درجہ کی گرمی پہونچاوین تو اُسکے سالمات جتنی حرکت صفر ملس کی حالت مین کرتے ہین دوسو درجے گرم ہونے پر اُس سے زیادہ حرکت کرنے لگتے ہین۔ اور اگر اتنی گرمی پہونچاوین کہ اشرفی پگھل جاوے تو اُسکے سالمے اور زیادہ حرکت کرنے لگتے ہین۔ اور اگر اتنی گرمی پہونچاوین کہ اشرفی کا سونا ہوا کی صورت مین بدل سکے تو اُسوقت مین سالمات اشرفی اور زیادہ حرکت کرین گے۔ قوت کی دونون قسمون کو دوام ہے مگر اس قضیہ کو ہم ثابت نہین کر سکتے۔ کیونکہ ثبوت کے معنی یہ ہوتے ہین کہ ہم ایک قضیہ کو اُس سے عام تر قضیہ مین داخل کردین اور اُس عام تر کو دوسرے عام ترین۔ لیکن یہ ادخال غیر متناہی نہین ہو سکتا۔ ضرور کہین جا کر قضیہ اعم الاعمات پر ٹھہریگا اور ادراک بشری کے لیے اعم الاعمات یہی قضیہ ہے کہ قوت کو دوام ہے۔ اس لیے اُسکو ثابت کرنا خلاف مفروض ہے۔ جس قوت مفید کی نسبت ہم

ودوام کا حکم لگاتے ہین اور جس سے علم بشری متعلق ہوتا ہے اُسکی بابت
مان لینا پڑتا ہے کہ وہ مظہر ہے اُس قوت مطلق کا جس سے علم بشری متعلق
نہین ہوسکتا۔ کیونکہ مقید اور قابل لادراک ہونے کا مفہوم بھی تو اضافی ہے
اور جب تک مطلق اور غیر قابل الادراک کو تسلیم نہ کرین تب تک مفہوم اضافی
کا تحقق ناممکن ہوگا۔

پہلی تفریع استمرار قوت کی یہ ہے کہ موثر اور اثر مین جو نسبت ہوتی ہے
وہ ہمیشہ یکسان رہتی ہے۔ جو قوت سیر بھر لوہے کو زمین سے ایک گز بلند
کرسکتی ہے وہ اگر جملہ شرائط وحالات یکسان رہین تو ہمیشہ ایک ہی گز بلند
کرے گی۔ نہ کم نہ زیادہ۔

دوسری تفریع استمرار قوت کی یہ ہے کہ قوت کی وجہ سے جو حرکت جسمی
کسی جسم مین محسوس ہوتی ہو اگر وہ حرکت رک جاوے تو قوت مذکورہ معدوم
نہین ہوتی بلکہ دوسری صورتین مانند حرارت یا نور یا برق کے پیدا کرلیتی
ہے۔ برما جب نہایت سرعت سے خشک اور سخت لکڑی مین چلایا جاوے
تو رگڑ سے وہ لکڑی جلنے لگتی ہے۔ اس جلنے کے اصل معنی یہ ہین کہ برمے
کی حرکت جسمی کا ایک حصہ لکڑی کی مزاحمت کی وجہ سے حرکت سالمی یعنی
حرارت مین بدلتا ہے اور برما اتنا گرم ہوتا ہے کہ لکڑی جلنے لگتی ہی۔

اگر کہربا کو اندھیرے مین اون پر رگڑنا شروع کرین تو کہربا کی حرکت جسمی کا
بعض حصہ بجلی کی صورت مین چمکنے لگتا ہے۔ تصادم لوہے مین مقناطیسی
کیفیت پیدا کردیتا ہے اس کے بھی یہی معنی ہین کہ صدمون کی حرکت جسمی کا

ایک حصہ حرکت سالمی یعنی جذب مقناطیسی مین بدل جاتا ہے۔

اگر فولاد کو حقماق پر مارین تو چمکتی ہوئی چنگاریان پیدا ہوتی ہین یعنی ایک حصہ حرکت جسمی کا دو قسم کی حرکت سالمی نور اور حرارت مین بدل جاتا ہی۔

ریل اور دخانی جہاز کے چلنے مین حرارت جو ایک قسم کی حرکت سالمی ہے ٹرین یا جہاز کی حرکت مین بدلتی ہے۔ آجکل ہندوستان مین جابجا برقی قوت سے پنکھے چلتے ہوئے نظر آتے ہین۔ جن مین برق جو ایک قسم کی حرکت سالمی ہے حرکت جسمی مین بدلتی ہے۔

چونا اور کتھا ملانے سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور شورہ اور پانی ملانے سے خنکی۔ یعنی کیمیائی ترکیب سے حرارت جو ایک قسم کی حرکت سالمی ہی زیادہ ہو جاتی ہے یا کم۔

دوام قوت کی تیسری تفریع یہ ہے کہ حرکت اُس جہت مین ہوتی ہے جس مین کم سے کم مزاحمت ہو۔ مثلاً نہرین اُنھین راہون سے بہتی ہین جن مین اُنکا بہنا تمام راہون سے زیادہ آسان ہو۔ درختون کی جڑین زمین مین اُنھین جھتون مین گھستی ہین جن مین گھسنا سب سے زیادہ آسان۔ خون کے لیے جسم مین وہی راہین شریان اور ورید بنتی ہین جن مین خون کا گزرنا باقی تمام جسم سے زیادہ آسان ہو۔ حیوانات اور نباتات مین سے کسی قسم خاص کا کسی مقام مین اور مقامون سے زیادہ ہونے کی سوا اس کی اور کوئی وجہ نہین کہ وہان اُس قسم کے نمو کو روکنے والی قوتین اور مقامون سے کم ہین۔ مظاہر عقلی۔

(Phenomena of Mind) مین اس کلیہ کو لگانا آسان
نہین ہے - لیکن اس بات سے کہ جب خاص خاص خواہشین ذات مین پیدا
ہوتی - تو جسم کے خاص خاص حصون مین حرکت ہوتی ہے یہ لگتا ہی کہ حرکت
اُنھین حصون مین ہوتی ہے جن مین اُس خواہش کے ساتھ حرکت ہونا آسان
ہے - عادت سے کسی کام کا کرنا اور اُسے بہ آسانی انجام دے سکنا بجز اسکے
اور کچھ معنی نہین رکھتا کہ ایک خاص کام کے لیے جسم کے خاص حصے بہ نسبت
دوسرے حصون کے بہت زیادہ آسانی کے ساتھ حرکت کرتے ہین - دنیا کی
قومین بھی اُنھین مقامون مین زیادہ ترقی کرتی ہین جہان ترقی سے روکنے
والی قوتین کمترین ہون چوتھی تفریع دوام قوت کی یہ ہے کہ جتنی حرکتین
کائنات مین مشاہدہ ہوتی ہین وہ سب کی سب وقفی یا موجی ہین - کسی چیز کا
ایک خط مستقیم مین سدا چلا جانا یا ایک دائرے مین پھرتا رہنا گو عقلاً محال نہو
مگر کبھی متحقق نہین ہوتا درختون کے پتے اور گھاس کے تنکے ہمیشہ ایک ہی حالت
سے ملتے نہین رہتے - کبھی زیادہ ہلتے ہین کبھی کم اور کبھی ساکن ہوتے
ہین - اور جو حرکتین اُن سے صادر ہوتی ہین وہ کبھی خط مستقیم یا حقیقی دائرے
مین نہین ہوتین - دنیا مین کوئی دریا ایسا نہین ہے جو اول سے آخر تک
خط مستقیم مین بہا ہو - اثیر - نور - حرارت - برق - ہوا مین بھی تموج ہوتا ہی -
سیارون کے مدار بھی حقیقی دوائر نہین ہین - وہ نور اور حرارت جو سورج
سے کسی حصہ زمین تک کسی وقت خاص مین پہونچتی ہے ہمیشہ اُتنی ہی
اُس حصہ کو نہین پہونچتی بلکہ مقدار مین بدلتی رہتی ہے - حیوانات اور نباتات

ہین یہ دفقی حرکتین زمانی جوش وسکون کی صورت مین نمایان ہوتی ہین۔
بہار مین نئی کونپلین نکلتی ہین ۔ ہمیشہ نہین نکلتین ۔ خریف مین درخت بار آور
ہوتے ہین ۔ ہمیشہ نہین ہوتے ۔ حیوانات عموماً رات اور دن مین کسی وقت
جاگتے اور زیادہ کام کرتے ہین ۔ اور کسی وقت سوتے اور استراحت
کرتے ہوئے پائے جاتے ہین ۔ آدمیون مین بھی ذاتی قوی دفقی ہوتے ہین
کسی وقت خوشی کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے ۔ کسی وقت قوائے عقل
خوب چاق ہوتے ہین اور کسی وقت بہت سُست ۔ قومون کے عروج
زوال مین بھی دفقی اور موجی حرکت نمایان ہے ۔ کبھی ایسے اسباب فراہم
ہو جاتے ہین کہ دفقی حرکت عروج کی صورت پیدا کرتی ہے ۔ لیکن مخالف اسباب
عروج کو روک دیتے ہین ۔

خط مستقیم مین اُس وقت حرکت ہو سکتی جب مکان غیر محدود و فارغ عن
جمیع الاشیا رہین کوئی سالمہ بسیط ایک سمت مین چلتا ہو مگر جب مکان فارغ
عن جمیع الاشیا نہین بلکہ اُس مین بہت سے مادے اور قوتین موجود ہین تو
خط مستقیم مین حرکت کیسے ہو ۔ جب زمان و مکان و مادہ و حرکت و قوت کو
سرمدی مان لیا تو اکثر کائنات جزئیہ کے وجود مین العدمین مین سے عدم
اول کو تصور کرین تو وہ عدم محض نہ ہو گا یعنے ایسی حالت نہ ہوگی کہ نہ زمان
ہو نہ مکان ۔ نہ مادہ ہو نہ حرکت و قوت اور نہ اُن کا موجد ۔ ایسے عدم محض
سے تو ادراک بشری متعلق ہو ہی نہین سکتا ۔ بلکہ ایسی حالت ہوگی کہ زمان
اور مکان اور مادہ اور حرکت اور قوت سب موجود ہون یا اُنکا موجد ۔ البتہ

کائنات جزئیہ مانند کہکشان - ثوابت - شموس - واقمار - سیار - ثوابت کائنات جو - سمندر - پہاڑ - معدنیات - حیوانات و نباتات وغیرہ ہون - علیا دحال کا تصور اب اس عدم سابق کی نسبت یہ ہے کہ ازل کے کسی زمانہ مین جسکا وقت معین کرنے کے لیے سنکھ سنکھ صد ہا برس گویا ایک دقیقہ کے برابر ہین مکان جسکے حیز مین ایک تصور کرنے والا بھی ہے ایتھر (ستعہدا نچ) سے بھرا تھا - اُس مین پیدا کرنے والی قوت کے اثر سے چھوٹے چھوٹے بھنور یا چکر پیدا ہوئے - اور وہی سالمات ایتھر ہین - اُسکے بعد اُن اسباب سے جن کا علم انسان کو نہین ہو سکتا سالمات عنصری کی صورت پیدا ہوئی - ان عناصر سے بوساطت اُن اسباب کے جو عقل انسانی سے بالاتر ہین یہ کائنات عالم بنی اور الا ماشاء اللہ بنتی رہےگی اور اگر سب کچھ نیست و نابود ہو جائے تو عدم آخر پیدا ہو گا - جس مین زمان و مکان و مادہ و حرکت و قوت اور اُن کا موجد باقی ہو گا - اور جو حالت انتشار سالمات و سرعت حرکت عدم اول مین تھی - ویسی پھر نہ ہوگی اور ایسی دوری وجود بین العدمین مین جاری رہین گے - یہ بات کہ کبھی عدم محض تھا یا کبھی عدم محض ہو گا انسان کے ادراک سے باہر ہے - عدم یعنے بالقوۃ وجود سے وجود فعلی مین آنا کون ہے - اور وجود فعلی سے وجود قوتی یا عدم مین جانا فساد (dissolution) ہے -

کائنات جزئیہ کے بالفعل موجود ہونے مین جو تغیرات مادہ و حرکت و قوت کی اضافی مقدارون اور حالتون مین ہوا کرتے ہین اُن سب تغیرون کی جنس الاجناس یا کلیہ کبریٰ یہ ہے کہ مادہ و حرکت عالم مین ہمیشہ

جدید تقسیم ہوا کرتی ہے۔ جس سے فرد کائن بالقوۃ وجود سے وجود بالفعل مین اور بالفعل وجود سے بالقوۃ وجود مین جاتا ہے۔ اُس قوس صعودی مین جسمین کائنات قوتی وجود سے فعلی وجود مین آتی ہے سالمات مادہ مین غایت انتشار سے میل الی الانضمام ہوتا ہے۔ اور حرکت موجودہ فی السالمات اُن مین سے نکلتی جاتی ہے۔ سالمات مادہ کا حالت انتشار سے حالت انضمام مین آنا یا بسیط ہوتا ہے یا مرکب۔ انضمام بسیط وہ ہے جسمین سالمات منتشرہ جلد منضم ہو جائین اور حرکت موجودہ فی السالمات اُس مین سے یون نکل جائے کہ فرد کائن کے اجزا مین امتیاز نہ ہونے پائے۔ مثلاً پانی کے بہت سے ذرے بخاری حالت مین ہون اور جلد زیادہ سردی پہونچنے سے برف ہو جائین۔ انضمام مرکب وہ ہے جس مین سالمات مادہ آہستہ آہستہ انضمام قبول کرین۔ اور جو حرکت اُن مین رہے وہ بتدریج بطئی خارج ہو۔ اور اس دیر لگنے سے منضم ہونے والے سالمات کے مجموعہ مین مختلف اجزا پیدا ہو جاتے ہین۔

نباتات اور حیوانات مین جو انضمام سالمات نظر آتا ہے وہ انضمام مرکب ہے۔ ہر درخت فقط انہین سالمات کا مجموعہ نہین ہے جو ہوا اور پانی اور گرد کی زمین مین منتشر تھے بلکہ ایک صورت مین جمع ہونے کے علاوہ بعض سالمات اُسکی چھال بنے ہین۔ بعض پتے۔ بعض پھول۔ بعض پھل۔ ہر حیوان فقط یہی نہین کرتا کہ جو سالمات مادہ نمک وغیرہ معدنیات غیر ذی روح مین اور نباتات وغیرہ مین موجود ہین اُنکو غذا کی صورت مین

لیکر اپنے جسم مین فراہم کردے۔ بلکہ اُس حرکت سالمی کی وجہسے جو سالمات مین بطور حرارت یا ارتباط کیمیائی وغیرہ موجود ہوتی ہے بعض سالمات گوشت بنتے ہین۔ بعض ہڈی بعض بھیجا۔ بعض بال۔ بعض کھال۔ بہرحال انضمام سالمات خواہ بسیط ہو یا مرکب پہلا واقعہ جو ہمیشہ کون (Cosmic Evolution) مین نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ سالمات مادہ زیادہ اضافی انتشار کی حالت سے زیادہ اضافی انضمام کی حالت مین آتے ہین اور اس سیر من الانتشار الی الانضمام مین وہ حرکت کثیرہ جو سالمات منتشرہ مین تھی نکلتی جاتی ہے۔ نظام شمسی جب بنا تو یہی ہوا کہ اول عناصر کے سالمات جو نظام شمسی مین پائے جاتے ہین نہایت انتشار کی حالت سے باہم منضم ہونا شروع ہوئے اور حرکت اُن مین سے نکلنا شروع ہوئی۔ سورج بنا اسکے چرخ سے سیارے اُس مین سے جدا ہوئے اور اُنھون نے مداری حرکت قبول کی جو روشنی و حرارت سورج سے نکلتی ہے اُسکے نکلنے کی یہی وجہ قیاس کی جاتی ہے کہ سورج کا جرم منقبض ہوتا جاتا ہے اور حرکت خارجہ نور اور حرارت کی صورت مین جوّ مین منتشر ہوتی ہے۔ جن سیارون مین سے روشنی آتی ہے اُنکے متعلق بھی یہی قیاس ہے کہ اُنکے اجرام منقبض ہو رہے ہین اور حرکت خارجہ من السالمات نور کی صورت مین نمایان ہو رہی ہے۔ زمین کی بابت قیاس ہے کہ کسی وقت گداختہ حالت مین تھی اور بتدریج ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے۔ اُس کے سالمات کی حرکت کے خارج ہونے سے چند میل کا موٹا چھلکا اُسپر جم گیا ہے اور اسکے اندر اب بھی

گداختہ مادہ نہایت گرم موجود ہے۔

جو طاقتین نباتات اور حیوانات کے افعال حیات مین مدد دیتی ہین وہ سب صور جدیدہ ہین۔ سورج کے نور اور حرارت پر نباتات کا نمو موقوف ہے اور حیوانات کا نمو نباتات پر منحصر ہے۔

بہت سے لوگون کو اس بات کے سننے سے حیرت ہوگی کہ ذاتی یا اندرونی قوتین مثلاً۔ ادراک۔ تصور۔ تعقل۔ جذبات نفسانی بھی اُسی طرح سے مادہ و حرکت کے تعامل کا نتیجہ ہین۔ جسطرح واجب الوجود غیر قابل ادراک باعث ہوتا ہے اُن مظاہر کا جنکو ہم حرکت یا حرارت یا نور یا کیمیائی ارتباط کہتے ہین اور جیسے وہ باعث ہوتا ہے اُن مظاہر کے ایک صورت سے دوسری صورت مین بدل جانے کا ویسا ہی وہی واجب الوجود باعث ہے اُن مظاہر کا جن کو ہم ادراک۔ محبت۔ بغض۔ غصہ۔ جذبات نفس۔ تصور۔ تعقل حافظہ۔ تمیزہ وغیرہ کہتے ہین۔ یہ بات اب اہل علم مین مسلم ہوتی جاتی ہے کہ کوئی تصور یا خیال پیدا نہین ہو سکتا۔ جب تک کہ اُسکے پیدا کرنے مین سوی لذات کی قوتون مین سے کوئی قوت صرف نہ ہوئی ہو۔ یہی یہ بات یہ انقلاب کیون ہوتا ہے اور حرکت یا حرارت یا نور احساس یا ادراک مین کیون منقلب ہو جاتے ہین یا یہ کہ ہوا کا تموج کان تک پہونچ کر آواز کی صورت کیون پیدا کرتی ہے۔ اثیر کا تموج نظر کا اثر کیون پیدا کرتا ہے۔ دماغ مین کیمیائی تغیر و محبت۔ ہمدردی۔ حسد۔ بغض۔ غصہ۔ خواہش وغیرہ جذبات نفسانی کیون پیدا کرتا ہے۔ یہ ایسے بھید ہین جو

انسان کی سمجھ سے باہر ہین۔

"وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"

یہ بھید اُسی قبیل کے بھید ہین جو حرکت۔ حرارت۔ نور۔ مقناطیس
کیمیائی ارتباط وغیرہ قوائے سوئی الذات کے ایک صورت سے دوسری
صورت مین منقلب ہونے مین نظر آتے ہین عقل گویہ قدرت ہی نہین
کہ مادہ یا سوی الذات اور روح یا ذات کی حقیقت کو جان سکے۔ یہی حال ہی عشرتی
(Social) قوتون کا جو مادہ اور حرکت کے تعامل سے پیدا ہوتی
ہین۔ اگر فصلین اچھی ہون تو عشرتی کاروبار کو ترقی ہونے لگتی ہے۔
اور فصلین خراب ہون تو حالت برعکس ہو جاتی ہے۔ اور فصلون کا اچھا
اور برا ہونا سورج کے نور اور حرارت کا نتیجہ ہے۔ اگر کائنات کے عدم
سے وجود مین آنے کے وقت سالمات مادہ مین بجز اُس سیرن الانتشا
اے الانضمام کے جس کا بیان ہو چکا اور کچھ نہ ہوتا تو کون
(Evolution) کی یہ تعریف کافی ہوتی کہ وہ فعل
(Process) کی حیثیت سے سالمات مادہ کا کم لازب (Incoherent)
حالت سے زیادہ لازب حالت مین آنا ہے
اس لیے کہ اُن مین سے حرکت کو خروج (Dissipation)
ہے اور خود سالمات کو اجتماع (Integration) لیکن
جب حرکت بتدریج بطی خارج ہوتی ہے تو سالمات مادہ مین اجتماع کی
کی حالت کے ساتھ اتیار شروع ہو جاتا ہے یعنی کائن معین کے مادی سالمات

کے مختلف حصے مختلف صورتین پیدا کر لیتے ہین - سیارات سبعہ حالانکہ
سورج ہی مین سے جدا ہوئے ہین مگر اُنھون نے مختلف صورتین پیدا کر لین -
اُنکے اوزان نوعی مختلف ہو گئے - اُن کے قوام طبعی جدا جدا ہو گئے - اُنکے
مدارات ایک سے نہین رہے - زمین جب سورج سے جدا ہوئی تو یکسان
گداختہ حالت مین تھی - مگر اب چند میل کے ثخن کا منجمد چھلکا اُسپر ہے -
باقی کرہ گداختہ ہے - دونون کی صورت مین امتیاز ہے - پھر یہ منجمد
چھلکا پہاڑون اور صحراؤن اور وادیون اور میدانون کی مختلف
صورتون مین ممتاز ہو گیا - درخت مین جو امتیازات حرکت منطویہ کی
وجہ سے ہوئے ہین وہ محتاج بیان نہین - اوّل تو وہ دو قسم مین
منقسم ہوتا ہے - ایک حصّہ فوق الارض رہتا ہے - دوسرا حصّہ تحت
الارض جاتا ہے - حصّہ تحت الارض جڑ ہے اور حصّہ فوق الارض تنہ -
پھر اس حصّہ فوق الارض مین متعدد امتیازات ہوتے ہین - کچھ سالمے
پھول بنتے ہین - کچھ پھل - کچھ پتے اور کچھ چھال - حیوان مین حرکات
منطویہ فی السالمات کے سبب سے بڑے بڑے امتیازات ہوتے
ہین - بال - کھال - گوشت - ہڈی - گودا وغیرہ ممتاز چیزین بن جاتی ہین
جاندار افراد سے قطع نظر کر کے اگر کل جانداروں کو جو زمین پہ ہین -
دیکھین تو عیان ہوتا ہے کہ زمان حال کے نباتات اور حیوانات مین
ہزار سال پہلے کے حیوانات اور نباتات کی نسبت زیادہ تنوع یعنی
امتیاز ہے - نوع انسان کے اصناف مین جتنا امتیاز لاکھ سال پہلے

تھا اُس سے اب بہت زیادہ ہے۔

وحشی قومون کے افراد مین جتنا ایک دوسرے سے امتیاز ہوتا ہے مہذب قومون مین اُس کی بہ نسبت ہزار چند زیادہ ہو جاتا ہے۔ وحشی قومون مین ایک ہی شخص گویا سب پیشے کر سکتا ہے اور اس طور سے ایک فرد دوسرے فرد سے کم ممتاز ہے۔ مگر مہذب قومون مین نجّار حدّاد سے جدا ہے۔ حکیم فقیہ سے اور امیر البحر زاہد سے۔

گزشتہ مثالون سے ظاہر ہے کہ حرکت منطویہ کے سبب سے علاوہ انضمام سالمات کے کون (Evolution) مین امتیاز بھی ہوتا ہی اس حد تک پہونچ کر اگر کون کی تعریف کرین تو یہ کہہ سکتے ہین کہ کون بدلتا ہے غیر لازب اور متحد النوع (Homogeneous) مادہ کا لازب (Coherent) اور مختلف النوع (Heterogeneous) مادہ مین اسلیے کہ سالمات مادہ منضم ہوتے جاتے ہین اور اُن مین سے حرکت خارج ہوتی جاتی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو تعریف مذکور جامع اور مانع نہین ہوئی ہے ابھی اور قید لگانے کی حاجت ہے۔ کون مین سالمات مادہ جیسا کہ بیان ہوا انتشار سے انضمام کی حالت مین آتے ہین۔ اور انضمام کے ساتھ ساتھ فرد کائن معین کے حصون مین امتیاز ہوتا جاتا ہے۔ علاوہ ممتاز ہونے کے ممتاز شدہ حصون مین تحدید بھی ہوتی جاتی ہے۔ ہر حصّہ جدا شدہ کی ایک ایسی حد معین ہو جاتی ہے کہ وہ اُس سے تجاوز

کر کے دوسرے حصۂ جدا شدہ کی صورت نہین پیدا کر سکتا اور جو علاقہ اُس کو
کل فرد کائن اور اُسکے باقی اجزا سے ہے وہ محدود ہو جاتا ہے۔ مثلاً
جو سالمات کسی درخت مین چھال بنتے ہین۔ اُن مین پھول بن جانے
کی قابلیت نہین رہتی۔ اُن کی حد معین ہے کہ وہ چھال ہین اور درخت
کی سطح ظاہری پر ہون۔ جو سالمات پھل بن جانے کے لحاظ سے
ممتاز ہوتے ہین وہ حد معین سے باہر نہین جا سکتے۔ اور اُن کا مکان
و زمان معین ہو جاتا ہے۔ وہ جڑ کی شکل مین ہرگز نمایان نہین ہو سکتے۔
نہ اُسے نکلتے ہین۔ حیوانون مین بھی جو سالمات گوشت بننے کے لیے جدا
ہوتے ہین نہ وہ ہڈی ہو سکتے ہین۔ نہ جلد کے اوپر پائے جاتے ہین
جتنا جتنا انضمام اور امتیاز زیادہ ہوتا ہے اور جتنا جتنا فرد کائن
اوج کمال کے قریب پہونچتا ہے اُتنی تحدید بڑھتی جاتی ہے اور
جون جون فرد کائن وجود بالقوۃ یا عدم امتیازی سے قریب ہوتا
جاتا ہے اُس مین تحدید کم ہوتی جاتی ہے۔ الغرض جب فرد کائن
قوت سے فعل کی طرف چلتا ہے تو اُسکے مادے کے سالمات مین
انضمام و امتیاز و تحدید شروع ہوتی ہے اور اُس کے اوج کمال
پر پہونچنے تک زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ تینون حالتین اسی وجہ
سے ہوتی ہین کہ سالمات مادہ لازب ہوتے جاتے ہین اور حرکت
منطویہ اُن مین سے خارج ہوتی جاتی ہے۔ فرد کائن کے یہ تغیرات
مادے کے سالمات مین تقسیمات جدیدہ کا اثر ہین۔ لیکن مادے

کی ان تقسیمات جدیدہ کے ساتھ ہی وس حرکت مین جو سالمات مین۔ منطوی رہجاتی ہے جدید تقسیمین ہوتی ہین۔ جس طرح مادے کے سالمات مین انضمام ہونے کی وجہ سے ہیئت خاص پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح وہ حرکت جو سالمات مین رہ جاتی ہے ہیئت مادّی کو بہ حیثیت مجموعی حرکت خاص دے دیتی ہے۔ سیارے اپنے اپنے مدارون پر جو حرکات کرتے ہین وہ نتیجہ ہین اُن سالمی حرکتون کا جو سیارون کے سالمات مین موجود تھی۔ جیوانون مین مختلف اعضا جو اب مختلف عمل کرتے ہین اُن کے اعمال بھی حیثیت مجموعی ہین اُن حرکتون کے نتائج کی جو اُن سالمات مین موجود تھین جن سے وہ اعصاب بنے اور جیسے سالمات مادہ مین امتیاز اور تحدید ہو جاتی ہے ویسے ہی حرکات منطویہ فی السالمات مین بھی امتیاز اور تحدید ہو جاتی۔ جیوانونمین آنکھ کا کام کان سے اور زبان کا کام ناک سے نہین ہوسکتا۔

جو کچھ بیان ہوچکا اُس سے تعریف کون حسب ذیل ہوتی ہے۔ کون نام ہے سالماع مادی کے انضمام اور حرکت کے انتشار کا جس مین مادہ اپنی غیر معین اور غیر لازب اور متحد النوع حالت سے معین اور لازب اور مختلف النوع حالت کی طرف چلتا ہے اور جس مین وہ حرکت منطویہ جو مادہ مین رہ جاتی ہے۔ غیر معین اور غیر لازب اور متحد النوع حالت سے معین اور لازب اور مختلف النوع حالت کی طرف چلتی ہے۔

سابق الذکر تعریف ہے کون کی فساد اُس کے عکس ہو جانے کا
نام ہے اور اوج کمال سے حضیض فنا سے پلٹتی ہوئی منزلون کی
حالت کا ذکر ہے - مگر یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ کون و فساد جیسا ایک
دفعہ ہوتا ہے بعینہ ویسا ہی ہمیشہ ہوگا - چونکہ بہت سے قوی اور
مادے باہم تعامل کرتے ہین اسیلے حضیض سے اوج تک آنا اور
اوج سے حضیض مین جانا ہمیشہ ہوتا رہے گا مگر ایک دور ہمہ جہت
دوسرے دور کے مانند نہ ہوگا

سید کرامت حسین

اعلان

وجعلناهم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ
لا ینصرون واتبعناھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ
ویوم القیامۃ ھم من المقبوحین ؁۲۰

الحمد للہ کہ عجالہ منیفہ مشتمل بر انکشافات جدیدہ تاریخیہ و تحقیقات انیقہ

نمبر ۱۵ - ۱ - المسمیٰ بہ

ماہیۂ معاویہ

مؤلفہ جناب مولانا مولوی احمد علی الکربلائی

بفرمائشِ جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور

درماہ ربیع الاخرے ؁۱۳۴۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۱ء

برائے اضافہ معلومات عامہ

در پرکاش سٹیم پریس لاہور باہتمام بابو راجپال پرنٹر طبع شد

تعداد ۵۰۰۰ جلد

مخالف انجمنوں کی دریوزہ گری

کادیانی اخبار الفضل نے اشاعت ۲۸ - نومبر ۱۹۲۱ء میں کادیانی خلیفہ کی ڈائری سے مندرجہ ذیل اقتباس لکھا ہے :- "سید دلاور شاہ صاحب سکرٹری تبلیغ لاہور نے عرض کیا کہ منشی خادم حسین بھیروی آجکل لاہور میں مقیم ہیں - چونکہ اسدفعہ شیعہ سنیوں میں چل گئی ہے اسلئے شیعوں کے بعض سوالات کے جواب میں سنیوں کو کچھ حوالوں کی ضرورت تھی - وہ مجھ سے ملے - میں نے انکو منشی صاحب سے ملا دیا ہے اور منشی صاحب نے قلمی مدد دینے کا وعدہ کیا ہے الخ" ابھی ہم نے کچھ نہیں لکھا - کہ مخالفین جو اس باختہ ہوگئے انکی ترکی تمام ہوگئی - اور دریوزہ گری پر آمادہ ہوگئے - اور شرم کی بات تو یہ ہے کہ دریوزہ گری بھی اس فرقہ سے کی جن کو ان کے علماء نے کافر اور دشمن اسلام کہا ہے - حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے وما کنت متخذ المضلین عضدا کہ میں گمراہ کنندوں کو اپنا قوت بازو پکڑنے والا نہیں - مخالفوں نے نہ صرف قرآن کی مخالفت کی - بلکہ اپنی آن بھی گنوادی - اور باطل کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے ہاتھ پھیلا دئے - کادیانی خلیفہ ان کو بے شرم بناتے ہوئے لکھتا ہے - کہ "ہمارے مخالف کیوں غور نہیں کرتے کہ جس قدر اسلام کے پہلوان ہیں وہ احمدیوں کے پاس ہیں - کیا ان سب اسلامی پہلوانوں نے نعوذ باللہ دجال ہی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی الخ" ہم تو اس بات کا جواب اثبات میں دیتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں - کہ آپکے آدمی انجمن دائرۃ الاصلاح و معین الاسلام کے نزدیک پہلوان ہونگے ہمارے مقابلہ میں تو جب بھی آئے - بھاگ ہی گئے - ہماری کتابیں الانصاف - الہدیٰ - دلیل الرجال خلافت الٰہیہ - صراط السوی ابھی تک لاجواب پڑی ہیں - لیکن ان انجمنوں کے لئے واقعی شرم کی بات ہے - ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ ہماری مخالفت میں مرزائی عنصر کام کر رہا ہے - لیکن اب تو سیدھے سادھے اہل سنت کو بالکل واضح ہو جائیگا کہ یہ ہر دو انجمنیں مرزائیوں کی آرگن و مشین ہیں - جسطرح وہ چاہتے ہیں یہ چلتی ہیں - حق کی مخالفت قعر جہنم کو پہنچایا کرتی ہے - یہی ان انجمنوں کا حشر ہوا کہ مرزائیت میں مدغم ہوگئیں - لیکن یہاں کیا ڈر ہے - جو سامنے آئے - مقابلہ کو تیار ہیں - لیکن چاہئے یہ تھا کہ یہ انجمنیں اپنے اپنے مذہب پر چلتی ہوئی جواب دیتیں - ان کے لٹریچر میں پہلے بھی مرزائی رنگ تھا - لیکن اب تو وہ پورے اسی رنگ میں رنگین ہوگئیں اسلئے ہم اس رنگ کو بھی اڑائینگے - واللہ الموفق - اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی -

ان ہر دو انجمنوں سے التماس ہے کہ جو مضمون مرزائیوں سے لیں اسپر مضمون نگار کا نام ضرور لکھیں - یا کم از کم یہ ظاہر کر دیں کہ یہ انکی مدد سے لکھا گیا ہے لیکن امید نہیں کہ ہماری عرض پر توجہ کیجائے دیدہ باید ٭

سکرٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لم یشارک فی الالھیۃ ولم ظاہر فی الوحدانیۃ ذلت القلوب لخشیتہ خاشعۃ وانکسرت النفوس لجلالتہ خاضعۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد صاحب العلامات الباھرۃ المبعوث بالآیات الواضحۃ والمنصور بالبراھین القاطعۃ وعلیٰ آلہ المتصفین بالکمالات الظاھرۃ والباطنۃ والمحاسن الفاخرۃ ولاعدائھم الویل والھاویہ وما ادراک ما ھیہ نار حامیہ۔

امابعد ہندوستان کے مسلمان میدان عمل میں گامزن ہونے کے وقت سے اپنی رہبری کے لئے مختلف نشان اختیار کرتے رہے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا جبکہ تقلید مغرب ہی ذریعۂ ترقی متصور ہوتی تھی۔ لیکن اب لوگ زمانۂ گذشتہ کیطرف عود کر رہے ہیں تقلید مغرب کو گناہ سمجھا جاتا ہے اور دیرینہ تہذیب کیطرف رجعت قہقہری ہو رہی ہے۔ ہندو پراچین رشیوں کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں اور اسکا نمونہ گروکل میں بنایا ہے۔ اور مسلمان صدر اسلام کے بزرگوں کی خو بو کی طرف مائل ہونے لگے ہیں۔ مقصود کی منزلیں جلدی اور آسانی سے طے کرنے اور وادئ تیہ میں آوارہ گردی سے محفوظ رہنے کیلئے صحیح مثالیہ کی تلاش فرض اولین ہے تاکہ سچے ہادیوں کے گوہر ریزے اور ان کے سوانح کے لمعات نور دشوار گزار راہوں میں راہنمائی کریں۔ نور کی قدر ظلمت کے بعد شیرینی کا مزا تلخی کے بعد اور خیر کا خطر روئی احتراز عن الشر سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اضداد اخیار کو دیکھنے سے صحیح راہبر خود متمیز ہو جاتے ہیں اسلئے سالک مسالک مقصود کیلئے ضروری ہے کہ اضداد کا بھی تذکرہ ہو تاکہ عارفان سبیل معارف تعرف الاشیاء باضدادہا سے سبق عرفان حاصل کریں اسلئے پہلے ہی کلمہ میں نفی ضد کو مقدم رکھا ہے۔ اسی ہدایت کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے اس رسالہ کے لکھنے کی طرف توجہ کی۔ دوسری وجہ اس رسالہ کے لکھنے کی یہ ہوئی

کہ آجکل مسئلۂ خلافت کا خوب زور و شور ہے ۔ ہر شہر و قریہ میں مجالس خلافت بنی ہیں ۔
مخالفین خلافت کو نہ صرف باغی بلکہ کافر اور دشمن حریت کا خطاب دیا جاتا ہے اسلئے
ہم نے چاہا کہ پبلک کو یہ بتلائیں کہ سب سے پہلے خلافت ظاہری میں رخنہ اندازی کرنیوالا
اور مسلمانوں کی قوت مجتمعہ کو پراگندہ کرنے والا کون تھا ۔ تیسری اور سب سے بڑی
وجہ یہ ہے کہ لاہور میں چند انجمنیں ایسی بنی ہیں جنکا مطمع نظر مسلمانوں کو لڑانا اور شیعہ
سنی میں فساد کرنا ہے ۔ سال گذشتہ سب سے پہلا رسالہ جو انہوں نے شیعوں کے برخلاف
شائع کیا ۔ اس کا نام حضرت معاویہ تھا ۔ یہ رسالہ جنگ کا الٹی میٹم تھا ۔ اور اشارہ تھا
کہ اے شیعو! جیسے معاویہ نے تمہارے امام سے جنگ کی ۔ ویسے ہی ہم بھی تمہارے برخلاف جنگ کیلئے
اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ ہم اس نازک زمانہ میں ایسی خانہ جنگیوں کے سخت مخالف ہیں
اس لئے ہم عامۂ مسلمین سے کسی قسم کی پرخاش نہیں کرتے خواہ ہمارا پانی بند کیا جائے
یا اور کچھ سلوک کیا جائے ۔ ہمارا روئے سخن صرف ان خانہ برانداز نوزائیدہ انجمنوں کی
طرف ہی ہے ۔ جنہوں نے کئی رسالے لکھکر ہمارے دین کی توہین کی ہے ہمارے ائمہ کو خاک
بدہان شان کوسا ہے ۔ اعداء دین کے ملوث دامن کو لک لگا کر روشن کرنے کی کوشش
کی ہے ۔ ان انجمنوں کا قاعدہ ہے کہ بے تکی ہانکتی ہیں اور جو دل چاہتا ہے لکھدیتی ہیں
نہ کہیں حوالہ دیتی ہیں ۔ نہ مدرک استنباط کو بیان کرتی ہیں ۔ چونکہ اس طریق سے حق
ملتبس ہو جاتا ہے اور عوام غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اسلئے ہم نے اس رسالہ میں
سوائے چند حوالوں کے جو کچھ بھی لکھا ہے کتب اہل سنت سے لکھا ہے ۔ اور صحیح حدیثیں اور
صاف صاف اقوال علماء و محدثین اہل سنت اور کھری کھری باتیں پبلک کے سامنے
پیش کردی ہیں ۔ نتیجہ نکالنا ان کا کام ہے اگر ایک حوالہ بھی غلط نکلے تو ہم فی غلط
حوالہ صدر نذر پیش کرنے کو تیار ہیں ۔ کفی باللہ شہیدا ہماری نیت کسی
دل آزاری نہیں ۔ ہر چیز میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور برائیاں بھی ۔ اس اصول
رو سے ممکن ہے کہ دائرۃ الاصلاح کے ممدوح میں کچھ خوبیاں بھی ہوں لیکن ان
یہ کہنا کہ وہ تاریکی پسند نہیں ۔ اسلئے وہ اپنے ممدوح کے تاریک پہلو بیان نہیں کرتے

درست نہیں۔ اگر تاریک پہلو بھی بیان کر دئے جاتے تو موازنہ کرنیوالے جانچ سکتے تھے کہ ان کا ممدوح واقعی قابل مدح ہے یا نہیں۔ اگر دائرہ کی طبیعت سب جگہ روشنی پسند ہی واقع ہوئی ہے تو شاید خمر میں بھی وہ روشن پہلو ہی دیکھتی ہوگی کیونکہ اسے تاریکی سے نفرت ہے۔ خمر و میسر کے بارہمیں تو خود خدا فرماتا ہے اثمھما اکبر من نفعھما کہ انکا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے۔ تو جب خمر و میسر بھی روشن پہلو رکھتے ہیں تو اگر کسی اور چیز میں بخیال اسکے روشن پہلو بھی ہوں۔ تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ تاریک پہلوؤں سے آنکھ بند کر لینی چاہیئے۔ حالانکہ بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ان کے ممدوح میں روشن پہلو کوئی نہیں۔ جو کچھ انہیں نظر آیا ہے وہ خیر گئی چشم کا نتیجہ ہے۔ اسلئے اس رسالہ کو ان کے رسالہ کا تتمہ مصلحہ سمجھنا چاہیئے۔ اب میں اصل مقصود کو شروع کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ۔ مینے کوشش کی ہے کہ جناب معاویہ کے حالات کو بطور تاریخ لکھوں۔ اور چونکہ آجتک اسطرح کی کتاب نہیں لکھی گئی اسلئے مجھے اس رسالہ کی تصنیف میں بڑی دقت اٹھانا پڑی۔ امید ہے کہ عامہ مسلمین اس کی قدر کرینگے۔

بنی امیہ کی اصل

قبیلۂ قریش کی ابتدا قصی بن کلاب سے ہوئی جو اولاد کعب بن لوئی میں سے تھے۔ قصی کے چار بیٹوں میں سے ایک کا نام عبد مناف تھا۔ ہاشم اور عبد الشمس عبد مناف کے بیٹے تھے۔ ہاشم کی ذریت میں سے جناب رسالتمآب و ائمہ اہل بیت علیہم السلام وغیرہم ہیں جو بنی ہاشم کہلاتے ہیں امیہ عبد الشمس کی طرف منسوب ہے۔ یہ پست قد۔ چندھا۔ کرنجا۔ بدشکل تھا۔ جس کے چہرے سے شرارت اور نحوست نمایاں تھی۔ (النصائح الکافیہ ۹۵ و ۱۱۰) لوگ حقارۃً اس کو امیہ (چھوٹی لونڈی) کہتے تھے۔ اسکے نام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی غلام تھا عبد الشمس کا بیٹا نہ تھا کیونکہ اسکے دوسرے بیٹوں کے نام ایسے نہیں دیکھو شیر و شکر ص۹ اور شاید اسی لئے اسکی اولاد اغلباً بنی امیہ ہی کہلاتی ہے۔ بنی عبد الشمس کا استعمال انکے لئے بہت کم ہوا ہے۔ اس بات کا مزید ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ کے شاعر حسان نے حضور کے سامنے ابو سفیان کے اولاد عبد الشمس ہونے سے انکار کیا

اور آپ نے اس کی مخالفت نہیں کی ہے لست من المعشر الاکرمین۔ لا عبد شمس و لا نوفل یعنی اے ابا سفیان تو بزرگوں کے گروہ سے نہیں۔ نہ تو عبد الشمس سے ہے اور نہ نوفل سے (دیوان حسان صـ۹۱) بہر حال یا تو امیہ ہی عبد الشمس کا بیٹا نہیں اور یا اتفاقاً ابو سفیان معاویہ وغیرہ قریشی نہیں اور غالباً اسی لئے جناب امیرؑ نے انکی نسبت لفظ لصیق استعمال کیا ہے۔ اور امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو لکھا ہے کہ میں علیؑ کا بیٹا ہوں تو صخر کا میری ماں فاطمہؑ ہے تیری ھند۔ میری جدہ خدیجہ ہے تیری قیلہ فالعن اللہ الأمنا حسبا الخ (الاتحاف لحب الاشراف صـ۱۱ مستطرف ۱۲۱) خدا لعنت کرے اسپر جو ہم میں سے زیادہ قابل ملامت اور ذلیل ہو حسب میں۔

فضائل بنی امیہ

(۱) جناب ابو الکلام آزاد نے الحریت فی الاسلام میں لکھا ہے کہ "خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے۔ جنہوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کردیں" صـ۲۶ "لیکن اس اغماض سے نفس مسئلہ کی اہمیت کی تضعیف صحیح نہ ہوگی بلکہ دراصل یہ حالت بھی مثل اور بہت سی حالتوں کے نتیجہ ہے بنی امیہ کے اس تسلط اور احاطۂ مستبدہ کا جسکے اثر سے ہمارے ہر فن کا لٹریچر متاثر ہوا۔ اور بدقسمتی سے عقائد و کلام کے تو بہت سے گوشے ہیں۔ جن سے اسکی صدائے بازگشت آجتک آرہی ہے۔ بنی امیہ کی سب سے پہلی بدعت اور اسلام و مسلمین پر انکا اولین ظلم یہ تھا کہ نظام حکومت اسلامیہ کا تختہ یکسر الٹ دیا۔ اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدہ و ملک عضوض کی بنیاد ڈالی صـ۲۹" اور علامہ شبلی نے الفاروق حصہ ۲ صـ۲۳۲ پر فرمایا ہے کہ بنو امیہ تو شروع ہی سے آزادی کے دشمن نکلے۔

(۲) حاکم نے علی شرط الشیخین حدیث صحیح روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ہمارا سب سے زیادہ دشمن قبیلہ بنی امیہ ہے۔ تطہیر الجنان صـ۱۴۲ النصائح الکافیہ صـ۱۰۶ (۳) حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ شر قبائل عرب بنی امیہ بنی ثقیف و حنیف ہیں۔ ینابیع المودہ صـ۱۴۵ تطہیر الجنان صـ۱۴۳۔

(۴) حضور نے فرمایا۔ کہ ہر شئے کے لئے ایک آفت ہے اور اس دین کی آفت بنی امیہ ہیں۔ تطہیر صفحہ ۱۴۵ (۵) دیلمی کی روایت ہے کہ ولد حکم ملعون ہیں اور بنی امیہ کیلئے ویل ہے۔ ینابیع المودہ صفحہ ۱۵ ۔ (۶) کسی شخص سفینہ صحابی سے کہا کہ بنی امیہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت کے سزاوار یہی ہیں۔ اسنے کہا کذبوا بنوالزرقا بل ھم ملوك من شر الملوك واول الملوك معاویہ جھوٹے ہیں، زرقاء کے بیٹے۔ وہ تو بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ اور انکا پہلا بادشاہ معاویہ ہے ترمذی صفحہ ۱۱۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ (۷) حضرت رسول اللہ نے رؤیا میں بنی امیہ کو اپنے منبر مطہر پر بندروں کی طرح کودتے دیکھا۔ اس سے آپکو بہت صدمہ ہوا۔ تو خدا نے سورہ قدر نازل کی جسمیں فرمایا کہ ایک شب قدر ہزار ماہ یعنے مدت حکومت بنی امیہ سے بہتر ہے تفسیر نیشاپوری۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹ (۸) روضالمناظر برحاشیہ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۵ پر ہے وصحح ان المفسرین اتفقوا علی ان المراد بالشجرۃ الملعونۃ فی القرآن بنو امیہ۔ یعنے مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ قرآن شریف میں شجرہ ملعونہ سے بنی امیہ مراد ہیں۔ (۹) تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۳۱۶ ۔ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے معاویہ کو لکھا۔ کہ مشکوۃ نبوت ہم میں سے اور شجرہ ملعونہ تم میں سے ہے۔ ہاشم بن عبد مناف ہم سے اور امیہ سگ احلاف تم سے۔ شیبۃ الحمد عبدالمطلب ہم سے اور کذاب مکذب تم سے۔ اسد اللہ ہم سے اور طرید رسول تم سے۔ طیار فی الجنہ ہم سے۔ اور سنت رسول کا دشمن تم سے۔ سیدہ نساء عالمین ہم سے اور حمالۃ الحطب تم سے ہیں۔ نہج البلاغہ حصہ ۲ صفحہ ۳۵ ۔ ہم سے نبی اور تم سے مکذب۔ ہم سے اسد اللہ اور تم سے اسد الاحلاف یعنے ابو سفیان۔ ہم سے سید جوانان جنت اور تم سے صبیۃ النار ہے (۱۰) تاریخ اعثم کوفی ۲۴۲ زمانہ جاہلیت میں بنی امیہ کی سب سے عمدہ غذا مذی اور مردار تھا۔

زمانہ جاہلیت میں بنی امیہ کی مشہور عورتیں

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشہور فواحش اپنے مکانوں پر جھنڈا لگا رکھتی تھیں جس سے پہچانی جاتی تھیں (۱) سب سے

مشہور عورت زرقا تھی جسکا ذکر روایات سفینہ میں ہو چکا ہے اسکی نسبت ابن اثیر نے لکھا ہے کانت من البغایا ذوات الرایات (نصائح ۱۱۰) کہ یہ جھنڈے والی فاحشہ تھی۔ (۲) نابغہ بھی انہی کی مایۂ فخر تھی اس کے متعلق ثمرۃ الاوراق صـ۱۰ ابوالفداء صـ۹۸ ابن شحنہ صـ۱۳۴ اور ایرونگ صـ۴۰ پر لکھا ہے کہ اروی بنت الحارث صحابیہ اور رسول اللہ کی چچازاد بہن نے اسکے بیٹے عمرو عاص کو کہا وانت یا ابن النابغۃ تکلم وامک کانت اشھر بغی بمکۃ وارخصھن اجرۃ وادعاک خمسۃ نفر کلھم یزعم انک ابنہ فسئلت امک عن ذالک فقالت کلھم اتونی فانظر واشبھم بہ فالحقوہ بہ فخلب علیک العاص بن وائل فلحقت بہ کہ اے نابغہ کے بیٹے تو بولتا ہے تیری ماں مکہ کی اول نمبر مشہور فاحشہ تھی اور بہت کم اجرت لیا کرتی تھی۔ پانچ نے تیرے باپ ہونے کا دعوے کیا تیری ماں سے پوچھا گیا تو اسنے کہا سبھی آئے تھے۔ لیکن حلیہ ملا تو حلیہ عاص کے ساتھ ملا تو اسی کا بیٹا بنا یا گیا۔ حضرت علیؑ نے بھی نہج البلاغہ صـ۱۵۲ پر اسے ابن النابغہ فرمایا ہے۔ (۳) سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ صـ۱۱۶ پر کہا ہے واما حمامۃ فھی بعض جدات معاویہ وکان لہ رایۃ بذالمجاز من ذابغایات فی الزنا۔ کہ معاویہ کی بعض جدات میں سے حمامہ جھنڈے والی اور بیسوائن تھی۔ (۴) ہندہ بنت عتبہ مادر معاویہ زمانۂ جاہلیت میں تمام عیبوں کی خزینہ (اعثم کوفی ۲۲۶) بڑی چالاک شاعرہ اور بڑی سنگدل تھی۔ تاریخ الخلفاء صـ۲۱۸ احوال ماموں الرشید میں اسکے اشعار کا نمونہ درج ہے نحن بنات طارق۔ نمشی علی النمارق۔ مشی قطا المعارق۔ ماموں نے کہا ہے کہ ہندہ نے بوجہ اپنے حسن کے اپنے آپکو ستارہ (طارق) کی طرف منسوب کیا ہے۔ نمارق جمع نمرق بمعنے بالش خورد ونہالین زین (صراح صـ۳۱۵)۔ یمشی باکسرے فتح نطا چکور (منتخب اللغات) معارقہ مجامعت (صراح صـ۲۹۶) ہندہ نے کہا کہ ہم خوبصورتی میں طارق کی بیٹیاں ہیں۔ نرم بستروں پر کسی کے ساتھ یوں چلتی ہیں جیسے مجامعت کرنے والا مست چکور چاند کے گرد گھومتا ہے نصائح کافیہ صـ۳۰ پر لکھا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رسول اللہ کے سامنے اور آپکے حکم سے ہندہ کی ہجو میں اسکی زناکاری بیان کیا

کرتے تھے۔ اور رسول کریمؐ اسکی کسی بات کا انکار نہ کیا کرتے تھے۔ گویا آپکا یہ اشعار سننا

اور ساکت رہنا دلیل ہے کہ یہ صحیح ہیں۔ دیوان حسان صف۱۰۲ اشرت لکاع وکان

عادتھا۔ لوم اذا اشرت مع الکفر لعن الله و ذوجہا معہا۔ ھند الھنود

طویلۃ البظر ونسیت فاحشۃ اتیت بہا۔ یا ھند ویحک سبۃ الدھر

زعم الولائد انہا ولدت۔ ولدا صغیرا کان من عہر لمن سواقط

صبیان منبذہ۔ باتت تفحص فی بطحاء اجیاد باتت تمخض ما کانت

قوابلہا۔ الا الوحوش والاجنۃ الوادی۔ فیھم صبی لہ ام لہا نسب

فی ذروۃ من ذری الاحساب ایاد تقول وھنا وقد جد المخاض بہا

یا لیتنی کنت ادعی الشول للغاوی قد غادروہ لحر الوجہ منعفرا۔ و

خالہا وابوھا سید النادی دیوان حسان مولوی فاضل کے نصاب میں رہا

ہے۔ اسلئے اورینٹل کالج کے عربی پروفیسر سے ان اشعار کے معنے پوچھے جائیں۔ میں

انکا ترجمہ نہیں کرتا۔ یہاں ایک گورکھ دھندا آگیا ہے۔ ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے

کہ جب رسول اللہ نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا تو اسنے کہا بوجہ رحم کے جو آپکے اور میرے

درمیان ہے۔ مجھ پر رحم کیجئے۔ آپنے فرمایا کہ تو تو اہل صفوریہ کا یہودی ہے۔ اسکا قصہ

یہ ہے کہ جب امیہ ہاشم کی منافرت کیوجہ سے شام کو گیا تو مقام صفوریہ میں رہا۔ اور

ایک شوہردار یہودن لونڈی سے زنا کیا۔ اس سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام ذکوان اور کنیت

ابو عمرو رکھی۔ اور اسے اپنے ساتھ ملحق کرلیا۔ یہی ابو عمرو عقبہ کا دادا تھا۔ (نصائح کافیہ

۱۱۰) روض الانف میں وغفل صحابی سے اور اصابہ اور کامل جلد ۳ میں بذکر نوب اور

حلبی میں ذکوان کو غلام امیہ لکھا ہے اس نے امیہ کے بعد اپنی ماں سے نکاح کیا تھا۔

(آغانی ۸۴ ترجمہ مسافر) اس ابی عمرو کا بیٹا مسافر تھا جو سخاوت وجمال وشعر

میں مشہور تھا۔ ہندہ کا اس سے معاشقہ ہوا۔ اور اس سے حاملہ ہوئی۔ جب حمل ظاہر ہوگیا

تو اسنے مسافر کو کہا کہ تو سفر کر جا۔ وہ بیچارہ حیرہ کو چلا گیا اسکے بعد ھندہ ابو سفیان

کے تصرف میں آگئی۔ جب مسافر کو پتہ لگا تو اسنے فراق میں جان دیدی۔ (آغانی ابو الفرج

اصفہانی۔ نصائح کافیہ حاشیہ ص۱۰۴۔ تذکرہ سبط ابن جوزی)۔ ھندہ نے مکروہ سمجھا کر پاکیزہ بچے کو اپنے مکان میں جنے۔ وہ اجیاد کی طرف گئی اور وہیں اسے جنا (نصائح کافیہ ص۱۱۱ از ربیع الابرار زمخشری) اور اسی کی طرف حسان نے لمن سواقط صبیان میں اشارہ کیا ہے۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے ام حبیبہ خواہر معاویہ کو کہا قاتل اللہ ابنتہ العاہرہ خدا لعنت کرے دختر زن زناکار پر اور حضرت امام حسن علیہ السلام معاویہ کو کہا و قد علمت الفراش الذی ولدت علیہ (میں اس فرش کو جانتا ہوں جسپر تو پیدا ہوا ہے) اسکے بعد اسکی توضیح ابن جوزی نے یوں کی ہے قال الاصمعی و ھشام بن محمد الکلبی فی کتابہ المسمی بالمثالب وقفت علیٰ معنی قول الحسن لمعاویہ قد علمت الفراش الذی ولدت علیہ ان معاویہ کان یقال انہ من اربعۃ من قریش عمارہ بن ولید و مسافر بن ابی عمرو و ابی سفیان و العباس بن عبد المطلب و ھؤلاء کانوا ندماء ابی سفیان و کان کل یتھم بھند الخ یعنے اصمعی اور ہشام نے کہا ہے کہ امام حسنؑ کے قول کے یہ معنے ہیں کہ معاویہ ابو سفیان۔ عمارہ۔ مسافر۔ اور عباس چار آدمیوں کی طرف منسوب تھا۔ و اما مسافر بن ابی عمرو فقال الکلبی عامۃ الناس علیٰ ان معاویہ منہ کلبی نے کہا کہ جمہور کی یہ رائے تھی کہ معاویہ مسافر بن ابی عمرو سے ہے۔ کیونکہ وہی ھند سے سب سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ مثالب ابن السمان میں ہے کہ پدر ہند نے اس کا نکاح بوعدۂ مال کثیر ابو سفیان سے کیا فوضعت معاویہ بعد ثلاثۃ اشھر جس سے وہ اس کو تین ماہ بعد جنی۔ زمخشری نے بھی ربیع الابرار میں معاویہ کو چار یاری لکھا ہے۔ لیکن انمیں ایک کا نام صباح بیان کیا ہے۔ وہ بڑا خوبصورت ڈوم تھا صباح کا پاؤں زلف یار میں پھنس گیا۔ اور کہتے ہیں کہ عتبہ بن ابی سفیان اسی سے تھا (نصائح کافیہ ۱۱۰) + تذکرہ مذکورہ میں یہ بھی لکھا ہے۔ قال (معاویہ) و کیف قال اما علمت ان بعض قریش فی الجاھلیۃ یزعمون انی لعباس معاویہ نے یزید کو کہا تو نہیں جانتا کہ بعض قریش زمانۂ جاہلیت میں خیال کرتے تھے کہ میں عباس کا ہوں۔

وقال الشعبی قد اشار رسول اللہ الی ھند یوم فتح مکہ بشیٔ من ھذا فانھا لما جاءتہا لتبایعہ فقالت علیٰ ما ابایعک فقال ان لا تزنین فقالت ھل تزنی الحرۃ فعرفھا رسول اللہ فنظر رسول اللہ الی عمر فتبسم - شعبی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فتح مکہ کے دن ھندہ کی طرف بعض ایسی ہی چیزوں کا اشارہ کیا تھا جبکہ حضرت کے پاس آکر کہنے لگی کہ کس چیز پر آپکی بیعت کروں تو آپنے فرمایا اسپر کہ زنا نہ کرنا - (معاویہ دائرۃ الاصلاح صـ) اسنے کہا کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں - یہ سنکر رسول اللہ عمر کیطرف دیکھکر مسکرائے - ملا محمد باقر مجلسی شیعہ نے حیات القلوب جلد ۲ صـ ۲۳۷ پر لکھا ہے کہ جسکی طرف حضرت دیکھکر مسکرائے اسنے جاہلیت میں اس سے زنا کیا تھا ممکن ہے یہ وجہ ہو - بہرحال اس مسکراہٹ کے کچھ ایسے ہی معنے ہوں گے ؛

ھندہ کو رسول اللہ اور آپکے گھرانے سے سخت عداوت تھی - جنگ بدر میں لشکرِ کفار کے ساتھ تھی - جب اس جنگ میں حضرت علی کے ہاتھ سے اسکا باپ - بھائی اور بیٹا مارے گئے - تو اُسنے قسم کھائی کہ جب تک اسکا انتقام نہ لیگی - نہ سر میں تیل ڈالیگی اور نہ اپنے خاوند کے ساتھ سوئیگی - جب جنگ اُحد کیلئے کفار نکلے تو ھندہ ایک دستہ عورتوں کا ساتھ لیکر روانہ ہوئی - تاکہ مقتولین بدر پر نوحہ کرکے کفار کے دلوں میں جوش انتقام بڑھائے - جب مقام ابواء پر پہنچے جہاں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ رسولؐ کی قبر تھی تو اُسنے کفار کو کہا کہ آمنہ کی قبر کھود دیں لیکن کفار نے بخوف فتنہ اس تجویز پر عمل نہیں کیا - جب جنگ اُحد شروع ہوئی تو یہ اور اس کی سہیلیاں کفار مردوں کے پیچھے دفیں بجا بجا کر یہ اشعار پڑھتی تھیں - ویھا بنی عبد الدار - ویھا حماۃ الادبار - ضربا بکل تبار - (نصائح کافیہ ۸۳) روضۃ الشہدا صـ پر ہے کہ اسنے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نام کو کہا کہ اگر تو محمدؐ کو میرے باپ کے قتل کا جواب دے - تو تیری دلی مراد بر لاؤں - اُسنے سر تسلیم خم کیا - اور مقام اُحد میں ایک کمین گاہ میں چھپا رہا اور جب اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے - تو اُسنے نیزہ مار کر آپکو شہید کیا - جب رن آدمیوں سے خالی ہوا - تو وحشی اس

شہید کی نعش مطہر پر آیا۔ اور اپنے حربے سے آپکا شکم چاک کرکے آپکا جگر نکالکر ہندہ کے پاس لے گیا۔ اس ملعونہ نے چاہا کہ اسے چبائے۔ لیکن وہ سخت ہوگیا تو اس نے منہ سے نکالکر اسے پھینکدیا۔ پھر خود نعش پر آئی اور چھری سے اس شہید راہ خدا کے ناک کان اور بعض دیگر اعضا کو کاٹ کر انہیں گلے کا ہار بنایا۔ اور اپنے زیورات اتار کر وحشی کو انعام دئے لعنۃ اللہ علیہا و علی اعوانہا۔ دائرۃ الاصلاح کا ایمان دیکھئے کہ وہ اس فعل ہندہ کو کس خوبی سے دیکھتی ہے۔ معاویہ حش پر لکھتی ہے کہ "یہ دلیر عورت فوراً اپنے چچا کے قاتل شیر خدا حضرت حمزہ کی نعش پر آئی اور کلیجہ نکالکر چبا گئی اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔" یہ آخری جملہ ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ جناب امیرؑ نے تو اس موقع پر فرمایا تھا۔ اتانی ان ھندا حل صخر۔ دعت درکا دبشرت الھنودا (دیوان علی ۵۶) خبر دی مجھ کو کہ ہندہ نے حمزہ کے قتل سے نار جہنم کو پایا اور ہندہ کا فرول کو بشارت دی۔ نصائح کافیہ ۱۲۳ پر ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت نے حکمدیا تھا کہ اسے قتل کیا جائے۔ لیکن یہ نقاب پہنکر عورتوں میں ٹھیری اور اسلام لائی۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ پر ہے کہ یہ عورتوں میں چھپی تھی اور حضرت سے خائف تھی۔ جب حضرت عصر کے بعد عورتوں سے بیعت لینے لگے تو حضرت نے فرمایا بیعت کرو اسبات پر کہ شرک نہ کروگی۔ ہندہ بولی۔ ہم سے وہ شرطیں کرتے ہے جو مردوں سے نہیں کیں پھر حضورؐ نے فرمایا کہ چوری نہ کرنا۔ ہندہ نے کہا ابو سفیان کنجوس ہے۔ اسکے مال سے میں نے کئی چیزیں اٹھائی ہیں۔ ابو سفیان نے کہا کہ جو کچھ تو نے پہلے اٹھایا ہے اور جو پھر اٹھائیگی وہ تجھ پر حلال ہے۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور ہندہ کو پہچان لیا اور فرمایا تو ہی ہندہ بنت عتبہ ہے اسنے کہا ہاں جو کچھ ہوگیا ہے اس سے درگذر کیجئیگا حضرت نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نہ مارنا۔ ہندہ بولی ہمنے چھوٹوں کو بڑا کیا اور جب بڑے ہوئے تو تمنے مار ڈالا یہ اشارہ تھا کہ حضرت علیؑ نے اسکے بیٹے حنظلہ کو جنگ بدر میں مارا تھا۔ الغرض اسلام ظاہری لانے سے اس کی جان بچ گئی۔

ابو سفیان والد معاویہ

زمانۂ جاہلیت میں ابو سفیان من حرب بیطار (برواتیۃ الحیوان الیتیلی) اور شرابخور تھا۔

(اعثم کوفی ۲۲۶) عداوتِ رسول اللہ میں ابو جہل و ابو لہب کے بعد اسکا نمبر اول تھا۔
آنحضرت کے ساتھ جو جو کارنامے اسنے کئے وہ مختصراً ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) جب دین اسلام مکہ میں ظاہر ہونے لگا۔ تو کفار بستر مرگ پر بھی ٹھنڈی سانسیں
لیا کرتے اور اپنے ورثاء کو اسلام کے برخلاف اکسایا کرتے چنانچہ جب خالد کے باپ ولید
بن مغیرہ نے نزع کی حالت میں بے قرار ہوکر اور رو رو کر کہا کہ مجھے اسکا خوف ہے کہ کبشہ
کا دین مکہ میں ظہور کریگا۔ اسوقت ابو سفیان ضامن ہوا کہ دین اسلام ظہور نہ کر سکیگا
اس ضمانت کو نباھنے کیلئے اسنے رسول خدا کے خلاف اپنی تمام قوت صرف کر دی۔ ہجرت
مدینہ سے پہلے دار الندوہ میں کفار نے رسول اللہ کے متعلق ایک کمیٹی کی۔ اسمیں ابوسفیان
عتبہ اور شیبہ نے یہ رائے دی کہ رسول اللہ جلا وطن کئے جائیں اور پھر فارغ البال ہوکر
اپنے خداؤں کی عبادت میں مشغول ہوں (حیات القلوب ۳۰۷/۲) سنہ ہجری میں ابو
سفیان دو دستے لیکر عبیدہ بن الحرث کے لشکر اسلام کے مقابلہ میں آیا لیکن اس میں فریقین
کے ایکدوسرے پر چند تیر چلانے کے سوا اور کچھ نہوا۔ اسکے بعد قافلۂ قریش نے مہاجرین کے
اونٹوں کو لوٹ لیا۔ اور بعد ازیں ابو سفیان مقابلۂ رسول کیلئے اپنی مالی حالت کو
بہتر بنانے کیلئے ملک شام کو بغرض تجارت گیا۔ جب یہ مالامال ہوکر لوٹا۔ تو حضور انور نے
ان کی روک تھام کے لئے صحابہ کو نکلنے کا حکم دیا۔ ابو سفیان کو یہ خبر پہنچی تو وہ لوٹا اور
مقام لفترہ پر ضمضم بن عمرو خزاعی کو دس دینار پر نوکر رکھا اسے ایک اونٹ دیا اور
قریش کی طرف بھیجا اور کہا کہ جب مکہ میں داخل ہو تو اونٹ کے کان کاٹ ڈال اور اپنے
کپڑے آگے پیچھے سے پھاڑ اور اونٹ کی دُم کیطرف منہ کرکے اسپر بیٹھ اور بایں ہیئت
موحشہ فریاد کر کہ اے آل غالب! فوراً اپنے قافلہ کی مدد کرو کیونکہ محمدؐ اسے لوٹنے
کیلئے نکلا ہے۔ یہ سنکر کفار میں ہیجان پیدا ہوا۔ اور ایک فوج گراں مقابلۂ اسلام
کیلئے نکلی۔ ابو سفیان نے اموال بحفاظت مکہ میں پہنچائے اور ہندہ وغیرہ کو ساتھ
لئے فوج کفار سے آملا۔ اس جنگ میں اور نیز جنگ اُحد میں اسنے مشرکوں پر بہت سا
مال خرچ کیا اور اسکی شان میں یہ آیت آئی ان الذین کفروا ینفقون اموالهم

ولا اولادھم من اللہ شیئا یعنے کافروں کو کوئی چیزان کے مالوں اور اولادوں
میں سے اللہ سے غنی نہ کریگی۔ الذین کفروا سے ابوسفیان اور اسکی جماعت مراد ہے
(تفسیر کبیر رازی) اسی کی شان میں قاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم
نازل ہوئی ہے (نصائح کافیہ ۱۸) الغرض ۲ھ میں لڑائی ہوئی۔ جس میں کفار کیطرف
سے ھندہ کا باپ عتبہ۔ بھائی ولید اور چچا شیبہ نکلے۔ لشکر اسلام سے رسول اللہ
کے چچا حضرت حمزہ۔ بھائی علی ابن ابی طالب۔ عمو زاد حضرت عبیدہ بن حرث
مقابلہ کو آئے۔ عبیدہ نے ایک ہی ضرب سے معاویہ کے نانا کے سر کو دو نیم کیا۔ لیکن
اُسنے بھی گرتے ہوئے عبیدہ کے پاؤں کاٹ دئے۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کے ماموں
ولید کو فی النار کیا۔ حمزہ اور شیبہ میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ آخر علیؑ نے ہی شیبہ کو مارا۔
پھر آپ عتبہ کی طرف گیئے جسمیں ابھی جان باقی تھی۔ اُسکو بھی واصل جہنم کیا۔ ھندہ کے
بیٹے حنظلہ کو بھی مارا۔ اور فارغ ہو کر حمزہ اور علیؑ عبیدہ کو اُٹھا لائے۔ اور اُسنے
حضرت کے قدموں پر جان دی۔ یہ خاندان رسول کا پہلا شہید تھا۔ اس جنگ میں
ستر کفار مارے گیئے۔ جنمیں سے ۳۵ علیؑ کی تلوار کا شکار ہوئے۔ ابوسفیان زخمی
ہو کر بھاگا۔ اور اُسکا دوسرا بیٹا مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا اور تاوان
دیکر رہائی پائی۔ (۲) جنگ بدر کی شکست نے ابوسفیان کے سینہ میں نار عداوت
اسلام زیادہ مشتعل کر دی۔ اسنے قسم کھائی کہ جبتک اسکا انتقام نہ لیگا۔ نہ سر میں
تیل ڈالیگا اور نہ عورتوں کے پاس جائیگا۔ اس قسم کو پورا کرنے کیلئے ذی الحجہ ۲ھ
میں سو سوار لیکر مدینہ کے قریب آیا اُسکے آدمیوں نے دو انصاریوں کو شہید کر ڈالا۔
جب لشکر اسلام آیا تو بھاگ گئے۔ اور بھاگتے ہوئے اپنا راشن (ستو) پھینک گئے۔
اسلیئے یہ جنگ غزوۂ سویق (ستو) کے نام سے مشہور ہے۔ شوال ۳ھ میں
ابوسفیان پانچ ہزار سپاہیوں کا لشکر لیکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اور جنگ اُحد
ہوئی۔ جسمیں اکثر دیندار صحابی کام آئے۔ ھندہ نے جو لعنتی فعل اس جنگ میں کیا
اسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسی سال حمراء الاسد میں پھر اجتماع ہوا۔ لیکن ابوسفیان

مرعوب ہوکر ڈر گیا۔ سنہ ۴ھ میں اسی دشمن اسلام نے بنی نضیر یہودی قبیلہ سے رسول اللہ کی مخالفت پر عہد کیا۔ اور انہیں خوب بھڑکایا۔ جس سے غزوۂ بنی نضیر پیش آیا اور اس قبیلہ کو جلاوطن ہونا پڑا۔ ذیقعدہ سنہ ۴ھ میں پھر دو ہزار آدمی لیکر اسلام کے برخلاف نکلا۔ اور بدر میں ٹھیرا۔ لیکن بوجہ قحط سالی واپس ہوگیا۔ شوال سنہ ۵ھ میں غزوۂ خندق یا احزاب ہوئی۔ اس میں بھی ابو سفیان معاویہ اور عمرو عاص اپنے دستوں کے ساتھ مخالفین اسلام کے ساتھ اسلام کو مٹانے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ (۳) ابو سفیان کی افسوس طاقت یہیں تک بس ہوگئی۔ ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں جب حضور انور بارادۂ زیارت خانۂ کعبہ روانہ ہوئے تو کفار باغوائے ابو سفیان مانع ہوئے۔ اور حضرت نے صلح حدیبیہ کی۔ اسی سال حضور نے اور بادشاہوں کے ساتھ ہرقل بادشاہ روم کو بھی دعوت اسلام کا خط لکھا۔ اسوقت ابو سفیان ملک شام میں تھا۔ ہرقل نے درباریوں سے پوچھا کہ اگر یہاں کوئی محمدؐ کے شہر کا آدمی ملے تو اسے بلایا جائے۔ چنانچہ ابو سفیان حاضر کیا گیا۔ ہرقل نے کہا جو کچھ میں پوچھوں۔ سچ سچ جواب دینا ابو سفیان کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہوتا کہ میرا جھوٹ ہرقل پر ظاہر ہو جائیگا تو میں سراسر جھوٹ بولتا۔ جب ہرقل نے ابو سفیان سے اپنے سوالات کے کلی جوابات پائے۔ جو اُس نے رسول اللہ کے حسب۔ نسب۔ دین اور اہل دین کی بابت پوچھے تھے۔ تو کہا یہ تو سچا نبی ہے۔ اگر میں ان کی خدمت میں ہوتا تو آپکے پاؤں دھوتا۔ اس بات سے ابو سفیان پژمردہ ہوگیا اور باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کو کہا کہ ابن ابی کبشہ (رسول اللہ کو طنزاً کہا کرتا تھا) کی شان بڑھ گئی ہے۔ اب تو اہل روم بھی اس سے ڈر تے ہیں یہ بھی کہا کہ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ امر رسول اللہ غالب رہیگا۔ فما زلت موقنا بامر رسول اللہ انہ سیظہر (بخاری ۵۳۔ ۲ شواہد النبوۃ ۵۰)۔

(۴) سنہ ۸ھ میں چونکہ قریش نے اپنے حلیف قبیلۂ کنانہ کی قبیلہ خزاعہ حلیف رسول اللہ کے برخلاف مدد کی تھی۔ اسلئے حضرت انکی زیادتیوں کا تدارک کرنے کیلئے دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو سفیان شام سے یہ سنکر آیا ہوا تھا کہ قریش نے

خزاعہ سے بد عہدی کی ہے۔ اسلیئے اسے مسلمانوں کے حملہ کا اندیشہ تھا لیکن اسکا دم خم جاتا رہا تھا۔ اور زور ٹوٹ گیا تھا۔ ایک دفعہ تفحص حال کیلئے مکہ سے باہر نکلا۔ اور مر الظہران میں آگ جلتی دیکھکر بہت حیران ہوا۔ اور پوچھتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ عباس نے اسے پہچانا اور جوابدیا کہ رسول اللہ دس ہزار کی فوج لیکر آئے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ابو سفیان کے پران خطا ہوئے۔ اور کہا کہ اب کیا علاج ہے۔ عباس نے کہا میرے ساتھ چل میں تجھے امان دلوا دونگا۔ یہ بڑی ذلت کے ساتھ خواجۂ کائنات کی خدمتمیں گیا۔ حضور نے فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو وحدانیت خدا اور نبوت مصطفےٰ کی شہادت دے۔ ابو سفیان بولا کہ آپ کریم و حلیم ہیں اگر اللہ کے سوائے کوئی اور خدا ہوتا تو بدر و اُحد میں ہماری فریاد سنتا۔ لیکن آپکی پیغمبری میں مجھے شک ہے۔ عباس نے کہا کلمہ پڑھکر اطاعت قبول کر ورنہ سر تن سے جدا ہوگا۔ پھر ابو سفیان نے بضرورتِ وقت بخوف قتل کلمۂ شہادت پڑھا۔ (حیات القلوب اسلام بکراہت نہج البلاغہ $\frac{131}{2}$) دوسرے دن پھر حاضر ہوا اور بقول قطب راوندی آنے سے پشیمان تھا اور خیال کرتا تھا کہ اگر مکہ میں ہوتا تو قبائل کو جمع کرکے لشکر اسلام کو بھگا دیتا۔ عباس نے حضور انور سے خواہش کی کہ یہ فخر و امتیاز پسند ہے اور چاہتا ہے کہ آپ اسے کسی شرف سے مخصوص کریں حضور نے فرمایا جو کلمہ پڑھے اور لڑائی سے ہاتھ اُٹھائے۔ دروازہ بند کرکے بیٹھے یا کعبہ کے نزدیک بے سلاح رہے وہ امن ہے اور جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو وہ بھی امن میں ہے۔ یہ پیغام لیکر روانہ ہونے لگا تا مکہ میں یہ اعلان کرے۔ عباس نے حضور سے کہا کہ یہ مکار ہے مبادا کوئی فریب کرے۔ حضرت نے فرمایا اسے دہنۂ درّہ پر رکھو تا کہ یہ لشکر اسلام گزرتا دیکھے یہ شان دیکھکر ابو سفیان نے عباس کو کہا کہ تیرے بھتیجے نے بڑی بادشاہی بہم پہنچائی ہے۔ الغرض مکہ معظمہ بلا مزاحمت فتح ہوگیا اور جب تمام ظالم آپکے سامنے آئے تو آپنے فرمایا انتم الطلقاء جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔ معاویہ بھی انہی لوگوں میں تھا اور بخوف جان مسلمان ہوا تھا۔ ظہر کی اذان بلال نے بحکم رسول بام کعبہ پر دی اسپر یہ نو مسلم چہ مہ گوئیاں کرنے لگے۔ ابو سفیان در فشاں ہوئے کہ میں کچھ نہیں

کہتا۔ کیونکہ ڈرتا ہوں کہ یہ دیواریں محمدؐ کو خبر کر دینگی۔ جب رسول اللہ ان کے پاس سے گزرے تو ہر ایک کو وہ اقوال سنا دئے جو اسنے کہے تھے۔ ابوسفیان نے کہا ہمنے کچھ نہیں کہا تھا۔ اسپر حضور ہنسے (شواہد النبوۃ ۸۹) اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ دبا ہوا تھا ورنہ اسکے خیالات بیٹے کی طرح مخالفانہ ہی تھے۔ (۵) جنگ حنین (شوال ۸ھ) میں ابوسفیان و معاویہ لشکر اسلام کے ہمراہ تھے۔ جب دنیادار صحابہ نے واد ئے فرار کو رُخ کیا۔ تو ابوسفیان چلایا الآن بطل سحر محمد (اب محمدؐ کا جادو ٹوٹ گیا) جب اسلام کو فتح ہوئی تو حضور نے ان دونوں اور دیگر مولفۃ القلوب کو فی کس سو سو اونٹ تالیف قلوب کیلئے مال غنیمت سے دئے اور انصار کو ترک کیا۔ اسپر انصار نے شکایت کی تو آپنے فرمایا فانی اعطی رجالا حدیثی عہد بکفر اتالفہم (بخاری قصہ حنین) کہ میںنے ان کو عطا کیا جو کفر کے نزدیک ہیں تاکہ انکی تالیف کروں آیا تم راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ تو مال لیکر اپنے گھروں کو جائیں اور تم نبی کے ساتھ جاؤ۔ (۶) ۹ھ میں غزوہ تبوک میں بھی باپ بیٹا گئے تھے۔ جب رسول اللہؐ واپس لوٹے تو انہوں نے بعد چند اور بد معاشوں کے صلاح کی کہ حضرت رسولؐ کو مار ڈالیں لیکن اللہ نے اپنے حبیب کو بچا لیا اور حضور نے حذیفہ کو عقبہ کے ان منافقوں کے نام بتلا دئے۔ عقد الفرید ۲۲۸/۲ میں ہے کہ عبادہ بن صامت نے معاویہ و عمرو عاص کو کہا ولکن بینما نحن نسیر مع رسول اللہ فی غزاۃ تبوک اذا نظر الیکما تسیران وانتما تتحدثان فالتفت الینا فقال اذا رایتموھما اجتمعا ففرقوا بینھما فانھما لا یجتمعان علی خیر ابدا کہ جبکہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ جنگ تبوک کو جا رہے تھے اور تم دونوں بھی چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ تو حضور نے ہمیں فرمایا کہ جب تم ان دونوں کو اکٹھا دیکھو تو انکو جدا کرنا کیونکہ یہ دونوں کبھی خیر پر جمع نہوں گے (صدق رسولہ) *

دورِ ثلاثہ میں بنی امیہ کا اقتدار

زمانۂ رسول میں اسلام میں قبیلہ بنی ہاشم

برسر اقتدار تھا۔ اور کفر میں بنی امیہ قائد کفار بنا ہوا تھا۔ لیکن بنی امیہ کا زور
قوت بنی ہاشم کے سامنے ٹوٹ چکا تھا۔ اور انکی جماعت اسلام میں مدغم
ہوگئی تھی۔ یہاں انہیں بوجہ پیچھے آنیکے کوئی خاص امتیاز حاصل نہوا تھا۔
جب سنہ ھ میں رسالتمآب کا وصال ہوا۔ تو آپکے بعد تاریخی اعتبار سے ان
دو قبائل کے پاؤں امارت کی طرف بڑھنے چاہیئے تھے۔ لیکن بنی ہاشم اپنے سردار
کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہے۔ اور انہیں غالباً یہ خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ
کوئی اور جماعت سیادت اسلام کیلئے کھڑی ہوگی۔ بنی امیہ کو بوجہ کمزوری کے اس
طرف خیال بھی نہ آیا۔ اہل بیت کے حزن و غم میں مبتلا رہنے کا ایک تیسرے گروہ
ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اور سیادت کا علم سنبھالا۔ اسوقت ابو سفیان چوکنا
ہوا۔ اور تماشہ دیکھنے کیلئے ایک چال چلنی چاہی تاکہ اس ذریعہ سے اپنے
پرانے دشمنوں یعنے بنی ہاشم سے انتقام لے۔ بقول مترجم ابن خلدون کہاکہ
"یہ عجیب بات ہے کہ حکومت قریش کے ذلیل ترین قبیلہ میں چلی جائے۔ یہ کہکر علی
سے کہا ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں"۔ حضرت علی نے نہایت سختی
سے جواب دیا کہ واللہ تو نے اس سے سوائے فتنہ و فساد کے اور کسی بات کا قصد
نہیں کیا" اور بقول ابی الحجر علی نے کہا کہ تو ہمیشہ ہی دشمن اسلام رہا۔ (الفدائع
کا فیہ ۱۸) علی سے روکھا جواب پاکر قدرتاً اسکا رجحان اس جماعت کی طرف ہوا
ہوگا۔ جس نے خلافت سنبھالی تھی۔ اس جماعت کو بنی ہاشم سے بہت خدشہ تھا کیونکہ
یہ انکے تخت و تاج کی مالک بن بیٹھی تھی۔ پولٹیکل توازن کیلئے اسنے بنی ہاشم کو
گھٹانا اور بنی امیہ کو بڑھانا شروع کیا۔ چنانچہ اول الذکر کو ان کے دور میں کوئی
عہدہ نہ ملا۔ لیکن آخر الذکر کو بڑے بڑے عہدے دئے گئے۔ (الفاروق شبلی
۲۱۸-۲۲۳) بلکہ بقول معاویہ پہلے دو خلیفوں نے حضرت علی کو نہ اپنے امر میں
شریک کیا اور نہ انہیں اپنے اسرار پر اطلاع دی۔ (مروج الذہب برحاشیہ
کامل ۹) اس پولٹیکل ہسٹری کو معاویہ نے خود ہی اپنے دور حکومت میں فاش

کردیا۔ محمد بن ابی بکر کو خط میں لکھا فان یکن ما نحن فیہ صوابا فابوک اولہ
وان یکن خطاء فابوک سببہ (فضائل باہرہ فی محاسن المصر والقاہرہ از شیخ
الاسلام ابن ظہیر تلمیذ ابن حجر عسقلانی) ولولا ما فعل ابوک من قبل ما
خالفنا ابن ابی طالب و سلمنا الیہ (مروج الذہب ۷۹/۲) یعنے اگر تیرا باپ
اس سے قبل ایسا نہ کرتا تو ہم علی کی مخالفت نہ کرتے اور خلافت اسکو سونپ دیتے
پس جو کچھ ہم علی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر اسمیں صواب ہے تو تیرا باپ اس کا
اول موجد ہے اور اگر اسمیں خطا ہے تو تیرا باپ ہی اسکا پہلا سبب ہے۔
الغرض اس دور میں بنی امیہ کے چار یار معاویہ۔ عمرو عاص۔ مغیرہ بن شعبہ
زیاد بن سمیہ شام۔ مصر۔ کوفہ وغیرہ کے تختوں پر نظر آئے۔ ابو بکر کے عہد میں
دمشق کا دستہ یزید بن ابو سفیان کے ماتحت بھیجا گیا۔ یہ فوج مکہ اور تہامہ
کے اعراب پر مشتمل تھی اور انمیں سے بہت سے لوگ فتح مکہ سے قبل رسول اللہ
اور بنی ہاشم سے لڑ چکے تھے۔ اور انمیں اور اہل مدینہ میں سخت دشمنی تھی۔ معاویہ
ریزرو فوج کا کمانیر ہوا (تاریخ اسلام از امیر علی)۔ یزید کے مرنے کے بعد سنہ ۱۸ھ
میں شام کی گورنری معاویہ کو ملی۔ اور زمانہ علی تک یہ اسی عہدے پر فائز رہا۔ پہلے دو
فرمانرواؤں نے ایسی حکمت عملی سے بنی ہاشم کے اقتدار کو زائل کیا۔ کہ اب انکے بعد بنی امیہ کا زمام
مسلمین پر متقدر ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ اسکے لئے دوسرا حاکم مرتے مرتے ایسی چال چلگیا کہ
بنی امیہ ہی کو حکومت ملے۔ اپنے بعد کے حاکم کا تقرر چھ آدمیوں کی کمیٹی پر محول کر دیا جسکے
ارکان زیادہ تر اموی یا اموی باطن تھے۔ اجلاس کمیٹی کے انعقاد سے قبل امویوں
کی خفیہ مجلسیں ہوتی رہیں۔ ابو سفیان سعئ بلیغ کر رہا تھا۔ اس وارفتگی میں بقول
طبری عمرو عاص کے پاس گیا اور کہا کہ عبد الرحمن بن عوف نے مجھ سے پوچھا تھا
کہ کسکو خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ تو مینے کہا عثمان کو۔ ابن عاص نے کہا میں بھی اسی
کو چاہتا ہوں۔ ابو سفیان کو پھر بھی تردد رہا۔ لیکن ابن عاص نے کہا خاطر جمع
رکھ ایسی چال چلونگا کہ عثمان ہی خلیفہ ہو۔ چال چلگئی اور سنہ ۲۳ھ میں ثالث جی

مسند حکومت پر براجمان ہوئے۔ ابوسفیان حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ تیم وعدی کے بعد اب تیری طرف خلافت آئی ہے۔ اسکو کرہ کی طرح پھیر اور بنی امیہ کو اسکی میخیں بنا میں نہیں جانتا کہ بہشت و دوزخ کیا ہے۔ آخری کلمہ سنکر خلیفہ نے کہا اٹھ کھڑا ہو (نصائح کافیہ ۹۴) لیکن الامامہ ابن قتیبہ میں ہے کہ عثمان نے حد کی بجائے اسے دو لاکھ دینار دیئے الغرض ثالث نے خود بھی مال غنیمت سے اپنا شکم خوب بھرا اور بنی امیہ کو بھی مالامال کر دیا شبلی کو بھی الفاروق ۲۳۲ میں اقرار کرنا پڑا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں لوگوں نے اخیر میں جو شورشیں کیں اسکی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جناب موصوف نے بیت المال کے متعلق فیاضانہ برتاؤ کیا یعنی اپنے عزیز و اقارب کو ذوی القربیٰ کی بنا پر بڑی بڑی رقمیں عطا کیں،، امیر علی صاحب نے تاریخ اسلام میں اسوقت کے بنی امیہ کی اخلاقی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ”حضرت عثمان کے تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی نوجوانوں اور خاصکر بنی امیہ کے نونہالوں نے عیاشانہ زندگی اختیار کرلی۔ ان کے ایک بھتیجے نے ایک قمارخانہ جاری کیا اور عورتوں کا عاشقی معشوقی کرنا ایک فیشن ہوگیا۔ مکہ کی عیاشی بنی امیہ کے عہد میں دمشق میں بدترین صورت میں نمودار ہوئی۔،، اسی عہد میں جزیرۂ قبرس باہتمام معاویہ فتح ہوا۔ اور معاویہ کا دائرۂ حکومت اضلاع شام۔ فلسطین۔ قبرس۔ صقلیہ اور دیگر مقامات تک پھیلگیا حضرت ابوذر غفاری علیہ الرحمہ ان دنوں ملک شام میں سکونت پذیر تھے۔ اور معاویہ کی دینی بے اعتدالیوں اور بیت المال کے ناجائز تصرف پر شرعی نکتہ چینیاں فرمایا کرتے تھے۔ معاویہ جیسا مستبد اسے کب گوارا کر سکتا تھا۔ اسنے ابوذر کے خلاف دربار خلافت میں رپورٹ کردی۔ جہاں سے مارشل لائی فرمان صادر ہوا کہ ابوذر کو سرکش اونٹ پر سوار کرکے فوراً مدینہ کی طرف روانہ کیا جائے اور ساربان کو ہدایت کیجائے کہ وہ اونٹ کو شب و روز ہنکاتا آئے جس سے ابوذر پر نیند غالب آجائے اور وہ خلیفہ اور اسکے وابستہ معاویہ کے ذکر کو بھول جائے۔ چنانچہ رسول اللہ کا پیارا صحابی بے جنہ کوہان پر سوار کیا گیا اور مدینہ پہنچتے پہنچتے انکا گوشت ہڈیوں سے جدا ہوگیا (نصائح

کافیہ ۹۶) انہی ایام میں حضرت مالک اشتر اور ان کے ہمخیال شام کو جلا وطن کئے گئے اور وہاں سے حمص تبدیل کر دئے گئے۔ جب بے عنوانیوں کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور جا بجا خلیفہ کی شکایات ہونے لگیں۔ مظاہرے نکلنے شروع ہوئے تو خلیفہ نے اپنے عمال کو مشورہ کے لئے بلایا۔ ہر ایک نے رائے دی۔ معاویہ نے کہا کہ میرے ساتھ شام چلے چلیں۔ آخر جب بلوائیوں نے خلیفہ کے مکان کا محاصرہ کیا۔ تو انہوں نے معاویہ کو امداد کیلئے لکھا۔ لیکن اُسنے ٹکا سا جواب دیا کہ خدا نے جس سے کوئی نعمت چھین لی ہو۔ اُسے کوئی واپس نہیں کر سکتا (اعثم کوفی) جناب امیرؑ نے صحیح فرمایا کہ "اے معاویہ! تونے نصرت کی عثمان کی جبکہ اس نصرت کا فائدہ تیرے لئے تھا۔ اور مخذول کیا اسے جبکہ مدد کا فائدہ اسکو پہنچتا (نہج البلاغہ ۶۷)۔

حالاتِ معاویہ

معاویہ سترہ یا ۲۲ سال قبل ہجرت ہندہ کے شکم سے پیدا ہوا (معاویہ دائرۃ الاصلاح ۱۴) جناب امیرؑ نے اسے خط میں لکھا: اما قولک انا بنو عبد مناف فکذالک نحن ولٰکن لیس امیہ کہاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان کابی طالب ولا المہاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المؤمن کالمدغل (نہج البلاغہ $\frac{19}{2}$) اما تیرا قول کہ تو عبد مناف کی اولاد سے ہے۔ ہم بھی اسی کی اولاد ہیں۔ لیکن نہیں امیہ مثل ہاشم کے۔ نہ حرب مثل عبد المطلب کے نہ ابو سفیان مانند ابی طالب نہ مہاجر مثل طلیق کے۔ نہ صحیح النسب مانند مبہم النسب کے۔ نہ حق پسند باطل پسند جیسا اور نہ مومن مثل مکار مفسد کے۔ محمد عبدہ مصری لکھتے ہیں۔ اللصیق من ینتمی الیہم وھو اجنبی عنہم کہ لصیق اسے کہتے ہیں جو کسی قوم کی طرف منسوب ہو اور در اصل انمیں سے نہو۔ شاید یہ اسطرف اشارہ ہو کہ معاویہ بنی مناف سے نہیں۔ اسکے لڑکپن کی نسبت حضرت علیؑ نے فرمایا قد صحبتم اطفالا و رجالا فکانوا شر اطفال و شر رجال (تاریخ کامل $\frac{3}{122}$) کہ جنے معاویہ وغیرہ کیساتھ لڑکپن اور عروج میں دیکھا ہے لڑکپن میں سب لڑکوں سے زیادہ شریر اور بڑے ہو کر شریر ترین رجال تھے۔ قدرلبا

داڑھی کھودی اور آنکھیں سبز تھیں (جنات الخلود) اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ پر ہے
کہ یہ سفید رنگ خوبصورت اور ڈراونا تھا اور حضرت عمر اسکو عرب کا کسریٰ
(کافر بادشاہ تھا) کہا کرتے۔ بوقت بعثت رسول اللہ اس کی عمر چار اور نو
سال کے درمیان تھی۔۔ اور چونکہ لڑکپن میں شریر تھا۔ اسلئے اغلب گمان یہ ہے
کہ اپنے باپ اور کنبہ کے ساتھ رسالتمآب کے برخلاف سازشوں اور شرارتوں میں
ضرور حصہ لیتا ہوگا۔ مستطرف صفحہ ۲۴۵ اور محاضرات امام راغب اصفہانی سے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگ بدر (سنہ ۲ھ) میں جبکہ اسکی عمر ۱۵ اور بیس سال کے درمیان
تھی رایت مشرکین اسکے اور اسکے باپ کے ساتھ تھا۔ جب اس چھوٹی سی عمر میں رسول اللہ
کے برخلاف تلوار اٹھانے سے نہ چوکا تو بعد کی جنگوں میں اسکے پیچھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔

اسلام ابوسفیان و معاویہ

(۱) تاریخ طبری ۲۱۶۴/۳ بذیل حوادث سنہ ۲۸۴ھ معتضد
باللہ خلیفہ عباسی نے جس کو تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۴ پر
امام الہدے لکھا ہے۔ اپنی طرف سے ایک شاہی اعلان
شائع کیا۔ جسکے چند فقرات یہ ہیں:- وکان ممن عانده ونابذه وکذبه وحاربه
من عشیرته العدد الاکثر والسواد الاعظم یتلقونه بالتکذیب والتثریب
ویقصدونه بالاذیة والتخویف ویبادونه بالعداوة وینصبون له المحاربة
ویصدون عنه من قصده وینالون بالتعذیب من اتبعه واشد فی
ذالک عداوة واعظمهم له مخالفة واولهم فی کل حرب لا یرفع علی الاسلام
رایة الا کان صاحبها وقائدها ورئیسها فی کل مواطن الحرب من بدر واحد
والخندق والفتح ابو سفیان بن حرب واشیاعه من بنی امیة الملعونین
فی کتاب الله ثم الملعونین علی لسان رسول الله فی عدة مواطن لما
مضی علم الله فیهم وفی امرهم ونفاقهم وکفر احلامهم فحارب مجاهدا ودافع
مکائدا حتی قهره السیف وعلی امر الله وهم کارهون فتقول بالاسلام
غیر منطو علیه واسر الکفر غیر مقلع عنه فعرفه بذالک رسول الله

والمسلمات وميزله مولفة قلوبهم فقبلهم وولاه علی علم منه۔ یعنی ابوسفیان اور اسکی جاعت بنی امیہ حضرت رسولؐ کی سب سے زیادہ دشمن اور مخالف تھی۔ ہر ایک لڑائی میں پہلے ہوتی۔ اور ہر علم جو اسلام کے خلاف اُٹھتا یہ اسکے صاحب ہوتے۔ تمام جنگوں میں یہی مخالفان رسول کے سرغنہ ہوتے۔ انہوں نے حضرتؐ سے لڑائیاں کیں۔ آپکی تکذیب کی۔ اذیتیں دیں۔ ڈرایا۔ جو رسول اللہ کا قصد کرتا اسے رد کرتے آپ کے پیرووں کو ستاتے۔ اور چونکہ ان کے نفاق کا حال علم خدا میں گذر چکا تھا اسلئے متعدد موقعوں پر یہ لوگ ملعون قرار پائے اللہ کی کتاب میں اور زبان رسول پر۔ رسول اللہ نے انسے مجاہدانہ جنگ کی یہانتک کہ سیف نے انکو مقہور کیا اور امر خدا بلند ہوا در انحالیکہ یہ کارہ تھے۔ پس انہوں نے بغیر تصدیق قلبی زبانی طور پر اسلام کا اقرار کیا اور کفر کو پوشیدہ رکھا۔ (۲) خط حضرت محمد بن ابی بکر صحابی بمعاویہ غاوی تاریخ کامل ۱۶۶/۳ (نصائح کافیہ ۲۱ از مروج الذھب) وانت اللعین ابن اللعین لم تزل انت وابوك تبغیان لرسول اللہ الغوائل وتجھدان فی اطفاء نور اللہ تجمعان علی ذالك الجموع وتبذلان فیہ المال وتولبان القبائل علی ذالك۔ علی ذالك مات ابوك وعلیہ خلفتہ۔ تو لعین بیٹا لعین کا ہے۔ تو اور تیرا باپ ہمیشہ رسول اللہ سے لڑتے رہے۔ نور خدا کو بجھانے میں کوشش کرتے رہے۔ اسکے لئے جمعیتوں کو اکٹھا کرتے۔ مال صرف کرتے۔ قبائل کو بھڑکاتے۔ اسی پر تیرا باپ مر گیا اور اسی پر تو اسکا جانشین ہوا (۳) خط حضرت علی علیہ السلام بمعاویہ۔ نہج البلاغہ ۱۹/۲۔ ولما ادخل اللہ العرب فی دینہ افواجا واسلمت لہ ھذہ الامۃ طوعا وکرھا کنتم ممن دخل فی دین اللہ اما رغبۃ واما رھبۃ یعنے جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں فوج فوج داخل کیا۔ تو تم اُنمیں سے تھے جو دین خدا میں طمع سے اور یا ڈر سے داخل ہوئے (۴) خط حضرت علی بمعاویہ نہج البلاغہ ۱۳۱/۲۔ وما اسلم مسلمکم الا کرھا۔ محمد عبدہ مصری اسکے حاشیہ پر لکھتا ہے فان ابا سفیان انما اسلم قبیل فتح

مکۃ بلیلۃ خوف القتل وخشیۃ من جیش النبی - اور نہ اسلام لایا تمہارا مسلم مگر بمجبوری و کراہت جیسے ابوسفیان نے قتل کے خوف اور فوج محمدی کی دہشت سے کلمہ پڑھا اور زبانی مسلمان ہوا - اسکی مزید توضیح آپنے دوسرے کلام میں فرمائی لم یزل حربا للہ ولرسولہ حتی دخلا فی الاسلام کارھین (نصائح کافیہ ۴۲ بروایت ابن اثیر) - (۵) سہیل بن عمرو نے بعد از وصال رسول ابوسفیان کے بارہ میں کہا قد ختم علی قلبہ حسد بنی ھاشم (نصائح کافیہ ۸۲) یعنے اسکے دل میں بنی ہاشم کا حسد بیٹھ گیا ہوا ہے +

(۶) جنگ یرموک میں ابوسفیان شامل تھا - جب اہل روم غالب آتے تو خوشی کرتا اور اگر مسلمان ان کو شکست دیتے تو رنجیدہ ہو کر ہائے طوک روم کہتا - فقال الزبیر قاتلہ اللہ یابی الا انفاقا - (نصائح کافیہ ۸۱) زبیر نے کہا اسپر اللہ کی لعنت ہو - یہ تو منافق ہے - (۷) تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۲۲۵ - امام حسن علیہ السلام نے عبید اللہ بن عمر کو فرمایا کہ معاویہ اس کا باپ ابوسفیان بھائی - خالو اور چچا سب مصطفےٰ کے دشمن تھے - یہ لوگ اب بھی ایسے ہی ہیں دل سے مسلمان نہیں ہوئے - اور نہ اب ہیں - یہ نام کے مسلمان ہیں انکو مسلمان نہ کہنا چاہیئے - (۸) دیوان علی ۱۲۴ فدنت لہ وداں ابوک کرھا سبیل الغی عند کما سبیل - مضیٰ فنکصتما لما توارٰی - علی الاعقاب غیکما طویل - پس نزدیک ہوا تو اے معاویہ اور تیرا باپ رسول اللہ کے بکراہت گمراہی کی راہ تم دونوں کے نزدیک راہ راست تھی - جب گذر گئے رسول اللہ تو تم دونوں اپنی پشتوں پر برگشتہ ہو گئے اور تمہاری گمراہی دراز ہوئی -

(۹) ابن عبد البر نے استیعاب میں دربارہ ابوسفیان لکھا ہے کہ اسکے حسن اسلام میں اختلاف ہے - سعید بن المسیب کہتا ہے کہ اس کا اسلام اچھا ہو گیا تھا وطائفۃ تری انہ کھفا للمنافقین منذ اسلم وکان فی الجاھلیۃ زندیقا - (نصائح کافیہ ۸۱) کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ جب سے یہ اسلام لایا یہ

جائے پناہ منافقین تھا اور جاہلیت میں زندیق تھا۔ ابوسفیان کے حسن اسلام کے
برخلاف نو اقوال حضرت علی۔ امام حسن۔ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے سنیوں
کے عشرہ مبشرہ کے فرد زبیر معتضد خلیفہ اور دیگر صحابیوں کے ہیں صرف ایک تابعی سعید
اس کے اسلام کو سراہتا ہے۔ یہ سعید مرا قریباً پچاس سال بعد از موت ابوسفیان بزمانہ
ولید۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۳) اور اسنے اچھی طرح ابوسفیان کو دیکھا بھی نہ ہوگا۔ پھر
اسکی گواہی کا کیا اعتبار اور چونکہ یہ امویوں کا فقیہ تھا اسلئے رئیس بنی امیہ کے اسلام
کی تعریف یہ نہ کرتا تو اور کون کرتا۔ شرح ابن ابی الحدید ۲۰۲/۱ میں ہے کان منحرفا
عن علی یہ علی سے منحرف تھا۔ (۱۰) خط قیس بن سعد صحابی بمعاویہ۔ تاریخ مسعودی
۹۵/۲ (نصائح کافیہ ۱۶ از کتاب للامام ابن قتیبہ) فانما انت وثنی ابن وثنی دخلت
فی الاسلام کرھا وخرجت منہ طوعا لم یقدم ایمانک ولم یحدث نفاقک
تو بت پرست کا بیٹا بت پرست ہے۔ مجبور ہو کر بکراہت اسلام لایا اور بخوشی اس سے
خارج ہوا تیرا ایمان تو پرانا نہیں۔ البتہ تیرا نفاق پرانا ہے۔ اسکی تائید حضرت علیؑ
کے خط بنام معاویہ سے بھی ہوتی ہے دخلت فی الاسلام کرھا وخرجت منہ
طوعا (نصائح کافیہ ۴۲ از نہج البلاغہ)۔ تاریخ کامل ۱۲۵/۳ پر ہے کہ قیس نے معاویہ
کو ولد ضالین مضلین طاغوت من طواغیت ابلیس (گمراہ اور گمراہ کنندوں کا
بیٹا طاغوت ابلیسی) لکھا۔ (۱۱) تاریخ کامل ۱۲۶/۳۔ بعد شہادت جناب امیر علیہ السلام
معاویہ نے زیاد کو تہدید آمیز خط لکھا۔ اسپر زیاد نے خطبہ میں کہا العجب من ابن
آکلۃ الاکباد وکھف النفاق رئیس الاحزاب یتھددنی تعجب ہے کہ جگر
خوارہ کا بیٹا۔ نفاق کی جائے پناہ اور رئیس الاحزاب مجھے ڈراتا ہے۔ (۱۲) ایضاً ۱۲۶/۳
روضۃ الندیہ ۴۳ و ۴۴ قول حضرت علیؑ۔ فان معاویہ وعمرو وابن ابی معیط
وحبیب وابن ابی سرح والضحاک لیسوا باصحاب دین ولا قران۔
معاویہ وغیرہ نہ دیندار ہیں اور نہ قرآن شریف کو ماننے والے ہیں۔ (۱۳) مغیرہ بن
شعبہ نے معاویہ کے بارے میں کہا جئتک من عند اکفر الناس واخبثھم بچھ سب

بڑے کافر اور خبیث کے پاس سے آیا ہوں۔ (نصائح کافیہ ۹۳) (۱۴) نہج البلاغہ ۱۳۳/۲ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل شام کے جھگڑے کی ابتدا یہ ہوئی کہ ہم اور شامی جنگ کیلئے ایکدوسرے کے مقابل ہوئے والظاهران ربنا واحد محمد عبدہ مصری اسکی شرح میں لکھتا ہے الواو للحال ای کان التقاءنا فی حال یظهر فیها الخ یعنی ہمارا ایکدوسرے کے مقابل ہونا اس حال میں تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہمارا رب ایک ہے نبی ایک ہے۔ ہمارا دعوٰے اسلام میں ایک ہے الخ اس سے معاویہ کا ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ اسمیں ظاہریت کا ذکر ہے کہ بظاہر دونوں ایسے تھے جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ آپ اسکو در باطن مسلمان نہیں جانتے تھے۔

۱۶۔ امام حسینؑ نے معاویہ کے مرنے پر فرمایا ان طاغیتهم قد هلك کامل ۲/۴ کہ بنی امیہ کا طاغوت ہلاک ہوگیا۔

معاویہ کی بغاوت و خونریزیاں۔

(۱) جب خلیفۂ ثالث شورشوں کا شکار ہوئے تو لوگ طوعاً و کرہاً جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف راجع ہوئے۔ اور ۳۵ھ میں حق اپنے اہل کیطرف لوٹا معاویہ سترہ ۱۷ سال سے ملک شام میں استقلال و رسوخ حاصل کرچکا تھا۔ چونکہ اسے حضرت علیؑ سے خاندانی عداوت تھی۔ اسلئے آپکی اطاعت سے منحرف ہوگیا اور ہرچند حضرت علیؑ نے اسے بذریعہ خطوط پند و نصیحت کی۔ لیکن بوجہ عداوت قدیمہ و حبِ دنیا اثر پذیر نہوا۔ اور جناب امیرؑ سے لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔ لوگوں میں خلیفۂ برحق رسولؐ کے برخلاف بیہودہ خیالات پھیلائے۔ شرجیل بن سمط سرکردۂ اہل شام تھا اُسے جھوٹے گواہوں کے ذریعہ یقین دلایا کہ علی نے عثمان کو قتل کرایا ہے (اعثم کوفی ۱۹۶۔ نصائح کافیہ ۵۳) جاہلوں کو یہ کہا کہ علی نماز نہیں پڑھتے اسلئے اس سے لڑنا چاہیئے۔ چنانچہ جب اسکی فوج سے فلاں بن جبل ہاشم بن عتبہ سے لڑنے نکلا تو حضرت علیؑ کو بُرا کہتا تھا ہاشم نے کہا کہ علی کو کیوں بُرا کہتا ہے۔ اُسنے کہا کہ میں کیوں لعنت و دشنام نہ دوں۔ تم لوگ تو نماز نہیں پڑھتے (اعثم کوفی ۲۵۶) عمرو عاص کو بھی

ترغیب دی اسنے کہا لماذا للآخرة فوالله ما معك آخرة ام للدنیا فوالله
لا کان حتی اکون شریکك فیہا قال فانت شریکی فیہا قال فاکتب لی مصر
وکورھا۔ وعمرو یقول لہ انما ابایعك بہا دینی فقال عتبہ ائتمن الرجل
یدینہ فانہ صاحب من اصحاب محمد (عقد الفرید ۲۲۸) میں تیرے ساتھ کس لئے
ملوں۔ اگر کہے آخرت کیلئے تو وہ تو تیرے لئے نہیں۔ اگر کہے دنیا کیلئے تو یہ ہرگز نہ ہوگا
جبتک اسمیں مجھے بھی شریک نہ کرلے اور ملک مصر کا پروانہ مجھے نہ لکھدے۔ معاویہ نے
کہا اچھا پروانہ میں یہ بھی لکھا جائے کہ تجھ پر میری اطاعت فرض ہے عمرو نے کہا
اس شرط کو اصل معاملہ میں کچھ دخل نہیں۔ اسی اثنا میں عتبہ آیا۔ عمرو کہہ رہا تھا کہ
میں اپنا دین تیرے پاس بیچتا ہوں۔ عتبہ نے معاویہ کو کہا اسکے ایمان پر
چھوڑ دو۔ یہ رسولؐ کا ایک صحابی ہے + چنانچہ معاویہ نے فرمان لکھکر عمرو عاص
کے حوالے کیا (اعثم کوفی ۱۹۴۔ نہج البلاغہ ۱۵۳/ہ) اس طرح معاویہ نے دنیا
پرستوں۔ جاہلوں اور علی سے دیرینہ عداوت رکھنے والوں کی ایک لاکھ بیس
ہزار یا ۸۵ ہزار فوج فراہم کرلی۔ جنمیں عبید اللہ بن عمر بھی تھے اور بقول
زرقانی سوائے نعمان بن بشیر اور مسلمہ بن خالد کے کوئی انصاری نہ تھا (نصائح
کافیہ ۱۶)۔ بیرونی حملے سے بچنے کیلئے قیصر روم کے پاس تحائف بھیجکر صلح کرلی۔
(اعثم کوفی ۲۰۵)۔ یہ انبوہ کثیر قتل و غارت کرتا ہوا صفین میں آیا۔ حضرت
علی بھی مقابلہ کیلئے گئے۔ آپکی فوج نوے ہزار تھی۔ جنمیں آٹھ یا چار سو مہاجرین
و انصار۔ نو یا سات سو بیعت رضوان کرنے والے۔ اسّی یا نوے اصحاب بدر
اور اسّی رسول کے خاص اصحاب تھے۔ (اعثم ۲۰۷ نصائح ۱۶) جنمیں سے مشہور
مشہور حسنین علیہما السلام۔ محمد حنفیہ۔ عمار یاسر۔ ابو ایوب۔ مالک اشتر۔
خزیمہ ذو الشہادتین۔ اویس قرنی سید التابعین تھے۔ لشکر معاویہ نے پہلی
کارروائی (جسکی تقلید یزید نے کربلا میں اور معاویہ شاہی گروہ ہر محرم میں
کرتا ہے) یہ کی کہ دریائے فرات پر قبضہ کرکے علی کے لشکر پر پانی بند کردیا۔ لشکر

علی نے قوت بازو سے گھاٹ کو قابو میں کیا اور مولا علی نے منادی کروادی کہ کسی کو پانی کی ممانعت نہیں جو چاہے پانی لیجائے (اعثم ۲۳۰) حضرت علی کی فوج نے میدان جنگ میں خوب داد شجاعت دی۔ لیکن معاویہ اور اسکی فوج مکروفریب ہی کرتی رہی۔ اعثم کوفی ۲۲۸۔ رسالہ پارہ امام چڑیا کوٹی ۱۰۲۔ نورالابصار ۸۶ میں ہے کہ اسکا بڑا جرنیل عمرو عاص جب علی کے نیزے سے زمین پر گرا تو ٹانگیں اُٹھا کر اپنی شرمگاہ برہنہ کی۔ حضرت علی نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا تجھ پر خدا کی پھٹکار تو اپنی شرمگاہ کا آزاد کردہ ہے۔ عمرو بھاگ کر معاویہ کے پاس گیا۔ اسنے اُسے دیکھکر زور کا قہقہہ لگایا اور کہا کہ علی نے نہ چاہا کہ کون برہنہ کو قتل کرے بارے تو نے اسے کون دکھا کر نجات پالی۔ بسر بن ارطاۃ نے بھی سنت ابن عاص پر عمل کیا۔ اسپر ایک کوفی نے آواز دی کہ اے شامیو! سپاہ در میدانِ جنگ میں دشمن کی تلوار کو ڈھال پر روکتے ہیں۔ اور تم چوتنڑ و نیزہ جنگجو حملے کیوقت سر ننگا کر دیتے ہیں اور تم کون برہنہ کرتے ہو۔ تم نے بڑی بے حیائی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ مغلوبی کے وقت تو ان کی یہ حالت ہوتی تھی۔ لیکن جب غالب ہوتے تھے تو وحشیانہ سلوک کرتے تھے اعثم کوفی ص ۲۵۳ پر ہے۔ کہ مخارق بن عبدالرحمٰن شامی نے علی کے سپاہی مومن بن عبدمرادی کو شہید کیا تو اسکا سر کاٹ دیا اور اسے برہنہ کر دیا۔ چار آدمی اسکے ہاتھ سے شہید ہوئے اور سب کے ساتھ اسنے یہی سلوک کیا۔ اس جنگ میں ستر ہزار آدمی کام آئے۔ ۵۰ ہزار معاویہ کے اور ۲۰ ہزار لشکر علی علیہ السلام کے (نصائح ۱۶) جنمیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی و تابعی مثل عمارہ خزیمہ ذوالشہادتین۔ ابوالہیثم بن تیہان ابو خالد انصاری اور اسکے دو بیٹے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور ان ناحق خونوں کا وبال معاویہ کے سر پر ہے۔ لیلۃ الہریر کی لڑائی تاریخ عالم میں مشہور رہیگی۔ یہ جنگ دن رات ہوتی رہی۔ اور اسمیں فریقین کے ۳۶ ہزار آدمی کام آئے اور صرف حضرت علی

اس اکراۃ میں ۵۲۳ داعیان نار کو ان کے مقر حقیقی میں پہنچایا۔ اس رات
کی لڑائی سے معاویہ بہت ہی پریشان ہوا۔ اور عمرو عاص کو کہنے لگا کہ تیرے
مکر و فریب کس دن کے لئے ہیں۔ اب کوئی مکر کر ورنہ علی کی تلوار سے ایک شامی نہ بچیگا
عمرو نے کہا خیموں میں جتنے قرآن ہیں سب نیزوں پر کھڑے کردو۔ ایسا ہی کیا گیا بلکہ
بعضوں نے صرف اینٹیں نیزوں پر بلند کیں اور بعض نے قرآن کو نیزوں کی انیوں سے
پرو کر بلند کیا اور شور کیا کہ امان امان ہمارے تمہارے درمیان قرآن ہے اسکا حکم
ہمیں منظور ہے (اعثم ص ۲۸۰) جناب امیر کے اکثر شیعہ شہید ہو گئے تھے۔ اب تھوڑے
سے باقی تھے۔ سواد اعظم ہوا خواہان ثلثہ کی تھی جسکا سردار اشعث بن قیس ابو بکر
کا بہنوئی تھا۔ اسنے پہلے ہی معاویہ سے ساز باز کرلی تھی۔ اور اس مکر کا منتظر
تھا۔ حضرت علیؑ نے ہرچند سمجھایا کہ یہ مکر و فریب ہے یہ نہ اہل دین ہیں نہ اہل قرآن
ان کے حیلوں میں نہ آؤ۔ ان سے جنگ کئے جاؤ فتح کامل ہماری رکاب چومنے کو
قریب آگئی ہے۔ لیکن اشعث نے سب منافقوں کو گمراہ کر دیا اور کسی نے علیؑ کی
نہ سُنی۔ شیعان علیؑ بے بس ہو گئے۔ اور جنگ ایک سال کیلئے ملتوی ہوئی اور قرار
پایا کہ فریقین کے پنچ فیصلہ کریں۔ جناب امیر تقرر حکمین پر رضامند نہ تھے۔ لیکن
منافقوں نے سخت اصرار کیا حضرت علیؑ نے فرمایا اچھا اگر پنچ ہی مقرر کرنے ہیں تو
ہماری طرف سے مالک اشتر یا عبد اللہ بن عباس پنچ ہوں۔ لیکن منافقوں نے آپکی مرضی
کے بغیر ابو موسٰے اشعری دشمن حضرت علی کو مقرر کیا اور معاویہ نے عمرو عاص کو۔
ان دونوں پنچوں نے صلاح کی کہ معاویہ و علی دونوں کو خلافت سے معزول کردینا
چاہیئے۔ آخر جلسہ منعقد ہوا۔ عمرو عاص نے از راہِ فریب ابو موسٰے کو کہا آپ بزرگ
ہیں۔ افتتاح فرمائیں۔ ابو موسٰے نے کہا میں علی کو خلافت سے اس طرح نکالا
جس طرح انگوٹھی کو انگلی سے۔ فوراً عمرو عاص اٹھا اور اسنے کہا کہ میں معاویہ کو خلافت
میں اسطرح داخل کیا جیسے انگشتری کو انگشت میں۔ (اعثم کوفی) جناب امیرؑ کے
شیعہ اس پر شدید برافروختہ ہوئے۔ اور دونوں حکموں کی لعنت پکار کی۔

۲- اسکے بعد معاویہ نے جناب امیرؑ کے ملکوں پر تاخت و تاراج شروع کی۔ حرمین پر فوج کشی ہوئی۔ اور معاویہ کے کمانیر نے مدینہ کے بقیہ انصاریوں کو کہا کہ اے شریرو اور یہودیوں کے دوستو! اگر تم اطاعت نہ کروگے تو تمہارے گھروں کو آگ لگا دیجائیگی اور اموال غارت کیئے جائینگے اہل مکہ پر بھی مارشل لا جاری کردیا۔ اور اس طرح اہل حرمین کو بجبر اطاعت امام برحق سے پھرایا گیا۔ عبید اللہ بن عباس کے دو کم سن فرزند قثم و عبدالرحمن ماں کی گود میں چھری سے ذبح کیے گئے۔ (النصائح ۵۳) اور بسر بن ارطاۃ نے مکہ کے منبر پر حضرت علیؑ کے حق میں بدگوئی کی (اعثم ۳۰۷) پھر عراق پر یورش کی اور حکم دیا کہ شیعیان علی کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ شبام، نجران۔ ہمدان۔ خستمان اور صنعا میں جس پر محبت علی کا گمان ہوا اسی کو تہ تیغ کیا گیا۔ ان خونی مظالم میں ملک یمن و حجاز وغیرہ میں معاویہ نے تیس ہزار بیگناہ مسلمان محض محبت علیؑ کے جرم میں قتل کیئے :۔ (۳) جناب امیرؑ نے حضرت مالک اشتر صحابی کو مصر کا گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ جب معاویہ کو خبر لگی۔ تو اُسنے اپنے آدمی کو جو قلزم میں تھا کہلا بھیجا کہ اگر مالک کا کام تمام کردے۔ تو میں تمام عمر تجھ سے خراج قلزم نہ لونگا۔ چنانچہ جب مالک وہاں پہنچا۔ تو اُسنے اس کا استقبال کیا اور عرض کی کہ یہاں نزول کریں۔ حضرت مالک اترے۔ روزہ دار تھے۔ افطار کے وقت اسنے شربت میں زہر ڈالکر آپ کو پلایا جس سے آپ شہید ہوئے۔ جب معاویہ کو خبر لگی تو اسنے خوشی میں آکر خطبہ پڑھا اور کہا کہ علی کے دو دائیں بازو تھے۔ ایک یعنے عمار تو صفین میں کاٹا گیا اور دوسرا آج قطع ہوا۔ (النصائح کافیہ ۶۱۔ از ابن اثیر) مالک کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کے بیٹے محمدؒ کو والئے مصر مقرر کر کے بھیجا تھا عمرو عاص اور معاویہ بن خدیج نے بحکم معاویہ ان کو گرفتار کیا۔ انکا پانی بند کردیا۔ معاویہ بن خدیج نے انہیں کہا اے یہودیہ نساجہ کے بیٹے خدا تیرا رو سیاہ کرے۔ پھر اس مظلوم کو قتل کیا اور ان کی نعش مطہر کو مُردار گدھے کے پیٹ میں ڈالکر اُسے جلادیا۔ فلما بلغ ذالک عائشہ بکت بکاء شدیدا و کانت تدعوا فی

صلواتہا علی معاویہ وعمرو جب ان کی بہن ام المومنین حضرت عائشہ کو یہ خبر ہوئی۔ تو آپ سخت روئیں اور ہمیشہ نماز میں معاویہ و عمرو عاص پر بددعا کرتی تھیں (اور جب معاویہ مدینہ میں آیا تو اُسے کہا کہ تو نے میرے بھائی محمد کو قتل کیا اور آگ میں جلا دیا اعثم کوفی ۳۳۸) وبلغ علیا قتل محمد فبکی بکاءً شدیدا وتاسف علیہ ولعن قاتلہ جب حضرت علی کو شہادت محمد کی خبر پہنچی تو آپ بھی بہت روئے اور اسکے قاتل پر لعنت کی ولما بلغ معاویہ قتلہ اظہر الفرح والسرور جب معاویہ کو خبر ملی تو اسنے اظہار فرح و سرور کیا (نصائح کافیہ ۶۲۔ تذکرہ خواص الامہ لسبط ابن جوزی) (۴) حضرت حجر بن عدی بقول صاحب استیعاب فضلاء صحابہ میں سے تھے۔ انہیں اور ان کے اصحاب کو کہا گیا کہ حضرت علی پر لعنت کرو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو ہم نہیں کرتے پس ان کے لئے قبریں کھودی گئیں اور کفن لائے گئے۔ یہ ساری رات عبادت خدا میں مشغول رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت حجر نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ میری بیڑیاں اور زنجیریں نہ اُتارنا اور مجھ سے خون نہ دھونا۔ اسکے بعد سنہ ۵۱ھ میں بجرم رفاقت علیؑ بحکم معاویہ شہید کئے گئے۔ اور انکا ایک صحابی عبدالرحمن بن حسان عنزی حضرت علی کی مدح سرائی کے جرم میں زندہ دفن کئے گئے (نصائح کافیہ ۵۸۔ سیرۃ محمدیہ ۵۷۷) ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ ان کے قتل سے خداوند عالم اور اہل آسمان غضبناک ہونگے۔ (نصائح ۵۷) (۵) عمرو بن الحمق بھی اسی کے حکم سے شہید ہوئے (نصائح ۳۴۴) (۶) معاویہ نے سمرہ بن جندب کو عامل مقرر کیا جسنے آٹھ ہزار آدمیوں کو مارا جنمیں ۴۷ جامعان قرآن تھے (نصائح ۵۲ از طبری) (۷) اسیطرح زیاد بن سمیہ نے بحکم معاویہ بصرہ اور کوفہ میں ایک ایک رات میں پانچ پانچ سو بے گناہ تہ تیغ کئے شیعیان علی کو جہاں پایا قتل کیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ درختوں پر پھانسی دیا۔ ان کی آنکھیں نکلوائیں (نصائح کافیہ ۷۰، اعثم ۳۴۴) (۸) اُس کے بیٹے عبداللہ بن زیاد کی خونی داستانوں سے اوراق تاریخ بھرے ہوئے ہیں اس خبیث نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر

دوستان اہل بیت کا خاتمہ کیا اور پھر خاندان نبوی کا استیصال کیا۔ المختصر اپنی حکومت
کے زمانہ میں معاویہ نے قریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو محبت و طرفدارئے علیؑ کے جرم میں
قتل کیا۔ (۹) شہادت امام حسن علیہ السلام۔ شواہد النبوۃ ملا جامی صـ۱۸۳ و
مشہور آن است کہ وبرا خاتون وے جعدہ زہر دادہ است بفرمودۂ معاویہ۔
روضۃ الشہدا صـ۱۶۹ حسن در خانۂ وے نزول کرد و قبل از وصول آنحضرت معاویہ
او را بمال دنیا فریب دادہ بود و شیشۂ زہر قاتل بوے فرستادہ تا بوقت فرصت
در مطعوم یا مشروب وے کردہ بخوردن حسن رضی اللہ عنہ دہد۔ محرم نامہ نظامی
صـ۴۷ بحوالہ طبری اور یزید نامہ صـ۲۳ بحوالہ طبقات الاطبا یہی مضمون صـ۸۲
"پہلا خون سیدنا حضرت امام حسن کا ہے جو تاریخ کی روایت و درایت سے قطعاً
امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی جدید و قدیم محاکمۂ تاریخی و قانونی انکی
بریت اس قتل سے نہیں کر سکتا"۔ استیعاب ۱۴۴۔ سم الحسن بن علی + سمتہ
امرئتہ جعدہ .. وقال طائفۃ کان ذالک منہا بتدسیس معاویۃ
الیہا۔ تذکرہ خواص الامۃ قال الشعبی انما دس الیہا ای جعدہ
فقال سمی الحسن و ازوجک یزید و اعطیک مائۃ الف درہم + تہذیب الکمال
عن عبداللہ بن الحسن قد سمعت یقول کان معاویۃ قد یلطف بعض خدمہ
ان یسقیہ سما۔ تہذیب التہذیب ذہبی و قد سمعت بعض من یقول
کان معاویۃ الخ مثل ما قبل۔ ترجمہ اعثم کوفی صـ۳۴۳ و انگریزی تاریخ اسلام
آزاد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ کو ان کی بیوی اشعث بن قیس کی بیٹی
جعدہ نے زہر دیا معاویہ کے کہنے سے کیونکہ اسنے اسے کہا تھا کہ تو امام کو زہر دے تو میں
تجھے ایک لاکھ درہم انعام دونگا اور تیری شادی یزید سے کر دونگا۔ نصائح کافیہ صـ۶۰
پر مسعودی سے نقل کیا ہے کہ جب اسنے یہ فعل کیا تو معاویہ نے مال کا وعدہ پورا
کر دیا۔ لیکن یزید کے ساتھ شادی نہیں کی۔ طرفداران معاویہ نے معاویہ کو بچانے
کیلئے اس قتل کا ذمہ وار یزید کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اسنے جعدہ سے کہا تھا کہ

امام کو مسموم کر۔ براھین قاطعہ صـ۲۴۲ تاریخ الخلفاء صـ۱۳۰ لیکن اس طرح بھی معاویہ کی شرکت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ اس سازش میں شریک نہ ہوتا تو یزید کو اس خون ناحق کی پاداش میں کم ازکم ضرور پھانسی دیتا۔ لیکن اسنے سزا تو درکنار اسے خلیفہ بنادیا۔ امام حسنؑ نے اپنی وصیت میں اپنے قاتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا "دیہ تحقیق مے دانم کہ از کجا آمدہ است (براہین قاطعہ صـ۲۴۲) میں جانتا ہوں کہ یہ زہر کہاں سے آیا ہے۔ حیوۃ الحیوان۔ ا۔ ابن خلکان۔ نصائح کافیہ ۷۰ پر طبری سے منقول ہے کہ جب فرزند رسول امام حسن شہید ہوگئے اور معاویہ کو خبر لگی۔ اذکبر معاویہ فی الخضراء۔۔ فقالت فاختہ بنت القرضہ ما الذی کبرت لاجلہ فقال مات الحسن فقالت اعلیٰ موت ابن فاطمہ تکبر فقال واللہ ماکبرت شماتۃ ولاکن استراح قلبی تو اسنے تکبیر کہی۔ فاختہ نے کہا تونے کسلئے تکبیر کہی معاویہ نے کہا موت حسن پر۔ فاختہ نے کہا کیا تو فرزند فاطمہ کی خبر مرگ پر تکبیر کہتا ہے۔ معاویہ نے کہا ازراہ شماتت تو نہیں بلکہ اسلیئے کہ اس خبر سے مجھے آج راحت ملی ہے۔ اور عقد الفرید ۲۳۵/۲ پر ہے کہ یہ خبر سنکر معاویہ نے سجدۂ شکر کیا اور بڑا مسرور تھا۔

قتل ام المومنین حضرت عائشہ صاحبہ

حبیب السیر۔ در تاریخ حافظ ابرو و ربیع الابرار و کامل السفینہ منقول است کہ در شہور سنۃ ۵۶ھ کہ معاویہ جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین۔۔۔ را برنجانید۔ عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے کشاد معاویہ در خانۂ خویش چاہے کندہ سر آنرا بخاشاک پوشید و کرسی آبنوس برآں نہاد و آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشتہ بر کرسی نشاند تا درآں چاہ افتاد و معاویہ سر آنچاہ را بہ آہک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت۔ حکیم سنائی (جو بقول شاہ صاحب اولیاء کبار سے ہیں) حدیقۂ سنائیہ میں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

؎ عاقبت ہم بدست آں باغی ۔ شد شہید و بکشت آں طاغی ۔ آنکہ باجفت

مصطفیٰ از خسیسان ⁂ بدکند مرا ورا تو مرد مخواں - کتاب الاوائل میں سیوطی نے اوائل معاویہ میں لکھا ہے - وبنی لھا حضرۃ فوقعت فیھا وماتت - الحاصل یہ ہے کہ جب معاویہ یزید کے واسطے بیعت لینے کیلئے مدینہ منورہ گیا - تو حضرت عائشہ نے اسے ملامت کی معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا اور اُسے گھاس پھوس سے ڈھانپ دیا اور اسپر آبنوس کی کرسی رکھدی - پھر حضرت عائشہ کی ضیافت کی - اور انہیں اس کرسی پر بٹھایا - وہ دھم سے کنوئیں میں گر گئیں ⁂ معاویہ کنوئیں کو خوب مضبوطی سے بند کرکے مکہ چلا گیا ⁂ اور ام المومنین اسی میں مرگئیں اوکلی کی انگریزی تاریخ اسلام میں بھی یہ واقعہ لکھا ہے ⁂

شہادت امام حسین علیہ السّلام

اسکا بانی بھی معاویہ ہے - اسنے یزید کو اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ بنایا - اور اُسے کہا لست اخاف علیك الا ثلثہ الحسین بن علی... فاما الحسین فارجوہ ان یکفلہ اللہ فانہ قتل اباہ وخذل اخاہ عقد الفرید $\frac{239}{2}$ کہ میں تیرے لئے تین سے ڈرتا ہوں - ایک حسین ہے، امید ہے کہ خدا اس کی کفالت کریگا - کیونکہ اُنکے باپ قتل کئے گئے اور بھائی ذلیل ہوئے - معاویہ نے مدینہ میں امام حسین کو کہا لا مرحبا ولا اھلا بدنۃ یترقرق دمھا واللہ یھرقہ الخ منہاج $\frac{200}{2}$ نہ مرحبا ہو تجھے اور نہ اہل دنبہ ہے جسکا خون پھڑک رہا ہے اور اللہ اسے بہائیگا -

محاربات ومظالم معاویہ مذھبی نکتہ نگاہ سے

براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ ۳۵۲ پر ہے کہ معاویہ نے خلافت کیلئے نزاع نہیں کیا بلکہ قاتلان عثمان کے تسلیم کرنے کی وجہ سے اسکی اور حضرت علی کی منازعت ہوئی - کیونکہ یہ ابن عم عثمان تھا علی نے تسلیم سے انکار کیا - اور اجتہاد کی وجہ سے جنگیں ہوئیں - معاویہ نے اجتہاد میں خطا کی اسلئے اُسے اسکا ایکدرجہ ملیگا اور علی کو دو درجے ایک اجتہاد کا دوسرا صواب اجتہاد کا - مرزا غلام احمد قادیانی نے سر الخلافہ ۳۰ پر لکھا ہے وکان الناس

یختلفون فی خلافتہ و خلافۃ ابن ابی سفیان ... والحق ان الحق کان مع المرتضیٰ و من قاتلہ فی وقتہ فبغی وطغی یعنے لوگ خلافت علی اور معاویہ میں اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن حق مولا مرتضےٰ کے ساتھ تھا۔ اور جسنے آپ سے آپکے زمانہ میں جنگ کی وہ باغی و طاغی ہے۔ یہی مضمون تحفہ عبدالعزیز میں بھی ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا معاویہ کی یہ خونریزیاں نیک نیتی پر مبنی تھیں اگر نہیں تو شرعی طور پر انکا نتیجہ کیا ہے بملا (۱) اعثم کوفی ۱۹۴ جب معاویہ نے عمرو عاص کو اپنے ساتھ ملنے کی ترغیب دی۔ تو عمرو نے کہا ہم کس بنیاد پر طالب خون عثمان کریں۔ معاویہ نے کہا لوگوں کو مکر و فریب سے گمراہ کر سکتے ہیں۔ اور جھوٹ سچ کے پیرائے میں پیش ہو سکتا ہے۔ اور تذکرۂ سبط ابن الجوزی میں ہے کہ عمرو نے معاویہ کو کہا کہ تیرا کہنا کہ علی نے صحابہ کو قتل عثمان کی ترغیب دی۔ جھوٹ۔ فریب اور گمراہی ہے۔ اور تاریخ کامل ۱۰۹/۳ میں ہے کہ عمرو نے معاویہ کو کہا کہ ہم تو صرف اس دنیا کیلئے تیرے ساتھ ہیں۔ (۲) اعثم ۲۰۳ معاویہ نے کہا علی خلافت کیلئے مجھ سے کیوں برتر ہے۔ ۱۹۱ حضرت علی نے معاویہ کو لکھا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو خلافت کا سزاوار نہیں۔ (۳) اعثم ۲۰۱ محمد بن مسلمہ انصاری نے معاویہ کو لکھا کہ اے معاویہ تو نے یہ فعل (محاربہ با علی) طمع دنیا اور خواہش نفس کی پیروی سے کیا ہے۔ ۲۰۰ عبید اللہ بن عمر ہم ایسے معاویہ نے اسے کہا کہ ہم اس مکارہ دنیا پر فریفتہ اور اسکی لاحاصل نمود اور ناچیز سامان پر مغرور ہو گئے ہیں۔ ۲۳۰ ابوہریرہ و ابودرداء نے کہا کہ معاویہ ایک بے دین اور دنیا طلب شخص ہے۔ ۲۳۴ نعمان بن جبلہ قضاعی نے معاویہ کو کہا کہ اس جنگ سے تیرا مطلب ملکی طمع کے سوا اور کچھ نہیں۔ عقد الفرید ۲۳۲/۲ معاویہ نے کہا اما انا فما لت بی و ملت بہا وانا ابنہا کہ میں دنیا کیطرف مائل ہوں اور وہ میری طرف راغب ہے اور میں اس کا دودھ پیتا ہوں۔ دیکھو بحوالہ تفسیرات حضرت علی

نہج البلاغ خطوط حضرت امیر بمعاویہ ۸/۲ تیرا خط گمراہی اور بدرائی سے لکھا ہوا آیا۔ یہ اس شخص کا خط ہے جس کے لئے کوئی بصیرت راہ دکھانیوالی اور کوئی پیشوا راہ راست پر چلانے والا نہیں۔ ہوائے نفسانی نے اسے بلایا تو اسنے اسکا کہا مانا۔ یہ ایک ہی بیعت ہے جسپر نظر ثانی نہیں ہوسکتی۔

۱۱/۲۔ تجھے دنیا نے بلایا تو تونے اسکا کہا مانا۔ اسکے پیچھے ہو لیا اور اسکے امر کی اطاعت کی۔ ۱۸/۲ تیرا یہ کہنا کہ میں ملک شام تجھے دیدوں۔ میں آج تجھے وہ چیز نہیں دیسکتا جو میں نے کل تجھے نہیں دی۔ ۱/۶۔ تونے لوگوں کی ایک جماعت کو اپنی گمراہی سے فریب دیکر ہلاک کیا۔ ۴۸۔ تحقیق بغی و زور آدمی کو اس کے دنیا و دین میں ذلیل کرتے ہیں۔ ۳۳/۱۔ تیرا یہ کہنا کہ ملک شام تجھے دیدوں اور قاتلان عثمان تیرے حوالے کر دوں۔ یہ قریب ہے جیسے بچے کو دودھ چھڑانے کیلئے کہا جاتا ہے۔ ۴۴۔ علی نے زیاد کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تجھے پھسلانے کیلئے خط لکھا ہے۔ اس سے حذر کر وہ شیطان ہے۔ ۱/۶ اے معاویہ! اگر تو اپنی ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر غور کرے تو مجھے خون عثمان سے بالکل بری پائیگا۔ مگر یہ کہ تو ناکردہ الزام مجھ پر لگائے اور جو کچھ تجھ پر ظاہر ہوا ہے اسے چھپائے +

مندرجۂ بالا اقوال میں سے دو تو خود معاویہ کے ہیں۔ باقی اسکے ہمعصروں کے جنمیں سے چھ اسکے اپنے مشیروں اور معتقدوں کے ہیں۔ اور آٹھ حضرت علی علیہ السلام کے۔ ان تمام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ کی نیت ان محاربات میں نیکی پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اسنے خلافت اور ملک حاصل کرنے کیلئے خونریزیاں کیں اور جناب عثمان کے قتل کو محض بہانہ بنا لیا۔ اسلئے اسنے اجتہادی نہیں بلکہ عمداً خطا کی۔ اور عمداً حضرت علی سے دشمنی اختیار کی اسکا اسلام ہی کب درست ہوا کہ اسے قابل اجتہاد کہا جائے۔ اور اسکی خطاؤں پر چادر اجتہاد ڈالی جائے۔

خطائے اجتہادی کا پردہ چاک

(۱) مولوی نظام الدین مدیر بحر العلوم نے صبح صادق

میں لکھا ہے و معاویہ و نحوہ لم یکن مجتہداً و کیف یکون من اشتبہ علیہ حرمۃ الربا و غیرھا مجتہداً کہ معاویہ وغیرہ مجتہد نہ تھے۔ کیونکہ جسپر مسئلۂ ربا وغیرہ مشتبہ ہوں وہ مجتہد کیسے ہو سکتا ہے۔ (۲) فتاوٰے عزیزیہ صفحہ۔ ہر ہر کہ اجتہاد ایشان را نفی کند در است زیرا کہ در حضور آنحضرت ایشان را آں مرتبہ حاصل نبود۔ آنحضرت در ہیچ مسئلہ بر صحت اجتہاد معاویہ حکم نہ فرمودہ تا اجتہاد ایشاں معتبر و مفتےٰ بہ تواند شد۔ معاویہ کو حضور نبوی میں مرتبہ اجتہاد حاصل نہ تھا اور نہ آنحضرت نے کسی مسئلہ میں اسکے اجتہاد کی صحت پر حکم لگایا۔ پس اس کا اجتہاد معتبر نہیں۔ (۳) روضۃ الندیہ صفحہ معاویہ ان جنگوں میں مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا جسنے ملک کیلئے حیلہ کیا اور طلب خون عثمان کو اہل شام کے گمراہ کرنے کے لئے بہانہ بنایا۔ اسکے برخلاف یہ نصوص ہیں کہ علی قاسطون (حق سے روگردانوں) کے ساتھ لڑینگے جسکی صحت کا ابن حجر قائل ہے اور جو نسائی کے نزدیک ثابت ہے۔ اور یہ کہ معاویہ باغی جماعت ہے اور یہ نص قرآن کہ باغی جماعت سے جنگ کیجائے یہانتک کہ وہ حق کی طرف لوٹے۔ پس ان نصوص کے سامنے کونسا اجتہاد ہو سکتا ہے اور نہیں عوٰے اجتہاد کا معاویہ کیلئے۔ جنگ علیؑ میں مگر مثل دعوٰے ابن حزم کا کہ ابن ملجم شقی ترین اولین و آخرین قتل علیؑ میں مجتہد تھا۔ اور اگر ہر مرتکب ہوا و باطل کے کام کو اجتہاد کہا جائے تو پھر دنیا میں کوئی مبطل نہیں۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ناجائز فعل کے لئے کوئی عذر مہیا کر لیتا ہے۔ جیسے کہ بت پرست کہتے ہیں کہ وہ بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اسلئے کہ انہیں قرب خدا ہو۔ (۴) بغیۃ الرائد ۱۶ نواب صدیق حسن خاں۔ وہر چہ از مخالفات و محاربات واقع شد از طرف معاویہ جنگ او خالی از حمیت و نفسانیت نیست و اینکہ گویند خطائے اجتہادی بودہ پسند خاطر انصاف پسندان نیست معاویہ کی جنگیں نفسانیت سے خالی نہ تھیں اور خطائے اجتہادی کا ڈھکوسلا انصاف پسندوں کو پسند نہیں۔

(۵) شرح مقاصد تفتازانی۔ اور جو اختلافات و محاربات صحابہ میں ہوئیں

وہ ظاہر طور سے دلالت کرتے ہیں۔ کہ بعض اصحاب راہ حق سے نکلکر حد ظلم و فسق تک پہنچگئے اور اسکا باعث کینہ و فساد و حسد۔ دشمنی۔ طلب ملک۔ رغبت لذات و شہوات تھی۔ کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں۔ مگر علماء نے بسبب صحابہ سے حسن ظن کے اسکی تاویلیں کی ہیں۔ شرح مواقف ۷۴۵ میں ہے کہ محاربان علی خاطی ہیں اور یہ خطا حد فسق تک پہنچی ہے۔ (۶) روض المناظر بر حاشیۂ کامل ۱۳۳/۱۱

روی عن الشافعی انہ اسر الی الربیع ان اربعۃ من الصحابۃ لا یقبل لہم شہادۃ معاویہ و عمرو عاص والمغیرہ و زیاد۔ امام شافعی نے ربیع کو کہا کہ چار صحابیوں کی شہادت قبول نہیں۔ معاویہ۔ عمرو عاص۔ مغیرہ۔ و زیاد۔ (۷) شہادت حضرت عمارؓ۔ بخاری ۶۴۔ مسلم۔ طبرانی۔ ترمذی۔ حاکم۔ احمد حنبل وغیرہ۔ حضرت رسولخداؐ نے عمار کیلئے فرمایا۔ ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیہ یدعوہم الی الجنۃ و یدعونہ الی النار۔ ہائے ہائے عمار۔ اسے ایک باغی گروہ قتل کریگا جنہیں یہ جنت کیطرف بلائیگا اور وہ اسے نار کی طرف دعوت کرینگے۔ عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان میں لکھا ہے کہ یہ حدیث حد شہرت و تواتر پر فائز ہے۔ اور ینابیع ۱۰۵ و ۱۲۸ میں ہے کہ رسول اللہ نے عمار سے وصیت کی کہ جب میرے بعد اختلافات ہوں تو تو علیؑ کے ساتھ رہنا۔ اور ص ۶۶ پر ہے کہ جناب امیرؑ نے خطبۂ صفین میں فرمایا کہ شامیوں کا رئیس طلیق ہے جو انہیں نار کی طرف بلاتا ہے اور تمہارا رئیس علیؑ ہے جو تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے۔ معاویہ نے ایک ملعون کو کیسۂ زر کے وعدہ پر قتل عمار پر آمادہ کیا۔ اسکا نام ابوالغادیہ تھا جسنے بیعت شجرہ کی ہوئی تھی (استیعاب)۔ (بارہ امام جیڑ یا کوٹی ۱۰۷) چنانچہ اس ناری نے حضرت عمار کو بعمر ۹۳ سال ربیع الاول ۳۷ھ میں شہید کیا۔ (ینابیع ۱۰۵) جب عمرو عاص نے یہ خبر سنی تو کہا ہمارے گروہ نے عمار کو شہید کیا ہے اسلئے ہم ناحق پر ہیں۔ معاویہ نے کہا ہم نے اسے کیوں قتل کرنا تھا۔ اسے تو خود علیؑ نے مارا جسنے اسے ہمارے ساتھ لڑنے کو بھیجا (نور الابصار ۹۰)

جناب امیرؑ نے فرمایا کہ پھر تمہارے خیال میں تو رسول اللہ نے ہی حضرت حمزہ کو مارا۔
(عقد الفرید ۲۳۷/۲) ۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اسپر یہ ریمارک کیا ہے۔
قلت فاذا کان الواجب علیہ ان یرجع عن بغیہ باطاعۃ الخلیفہ و یترک
المخالفہ و طلب الخلافۃ المنیفہ فبین بہذا انہ کان فی الباطن باغیا
و فی الظاہر مستترا بدم عثمان مراعیا مرائیا فجاء ہذا الحدیث
ذا عبا و من عملہ ناھبا ۔ شہادت عمار کو دیکھکر معاویہ پر واجب تھا کہ سرکشی چھوڑ کر
جناب امیرؑ کی اطاعت کرتا ۔ لیکن چونکہ اسنے ایسا نہیں کیا اسلئے معلوم ہوا کہ وہ
در باطن باغی تھا اور اس کو طلب خون عثمان سے چھپاتا تھا ۔ پس اس حدیث نے اسکے
برخلاف بانگ دی اور اس کے عمل کو غارت کردیا + لیکن ابن حجر سے بچی ہانکتا ہے (بخاری
۲/۴ حاشیہ ۱۵) کہ معاویہ کے ساتھ کبار صحابہ تھے جنہوں نے عمار کو قتل کیا ۔ انپر
کیسے جائز ہے کہ وہ نار کی طرف بلاتے ۔ اور اسکا جواب دیا ہے ۔ کہ انکا گمان یہ تھا کہ
وہ جنت کیطرف بلاتے تھے اگرچہ فی الواقع وہ نار کی طرف بلاتے تھے اور چونکہ وہ
مجتہد تھے اسلئے وہ معذور ہیں اور اتباع ظنون میں انپر کوئی ملامت نہیں + یہ
جواب ایسا مدلل ہے کہ اسکی رکاکت پر بچے بھی ہنسیں ۔ جب ایک گروہ رسول اللہ
کے نزدیک فی الواقع داعی نار ہے ۔ تو وہ یا اُسکے مرید سو بار اسکے اجتہاد کا دعوے
کریں ۔ وہ کب قابل پذیرائی ہے ۔ انکا فعل تب قابل درگذر ہوتا ۔ اگر رسول اللہ
اسے ایسا سمجھتے ۔ لیکن آپنے تو صاف طور پر انہیں داعیان نار فرما دیا ۔ اب قرآن
کا ارشاد سنیئے کہ خدا کن کو داعیان نار کہتا ہے اور انکا انجام کیا ہے ۲/۱۱ اولئک
یدعون الی النار واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ یعنے کفار نار
کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت و مغفرت کی طرف پس معاویہ اور اس کا گروہ
ان محاربات میں کفار کے قائم مقام اور حضرت علیؑ نے خدا کا کام کیا ۔ دوسری
آیت جو سرورق پر لکھی گئی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمنے گردانا ان کو امام
جو نار کیطرف بلاتے ہیں ۔ اسلئے قیامت کے دن ان کی مدد نہ کیجائیگی ۔ اور ہمنے پیچھے

رسوائی انکے لئے دُنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے مگر وہ
لوگ جنہوں نے توبہ کرلی پیشتر اسکے کہ تمہارے قابو میں آئیں۔ معاویہ نے توبہ
نہیں کی اور نہ حضرت علیؑ نے اسکے گناہ بخشے اسلئے آخرت میں اسکے گناہوں
کا وبال اسکی گردن پر باقی ہے۔ (۵) روضۃ الندیہ ۲۷ و ثبت ان معاویہ
واصحابہ ومن الیہ بغوا علیہ علیہ السلام وقاتلوہ وای بغض اشد
من ذالک۔ یہ ثابت ہے کہ معاویہ اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علی پر
زیادتی کی آپکی بغاوت کی۔ اور آپ سے جنگ کی۔ اس سے زیادہ کونسی دشمنی
ہے۔ (۶) براہین قاطعہ ۳۵۳۔ معاویہ باآنکہ باامام زمان خصومت گرفت
درآں اجتہاد باوجود اسکے کہ معاویہ نے علی سے اس اجتہاد میں دشمنی اختیار کی
(۷) کنز العمال۔ قال سمعت علیا یقول ... وحزبنا حزب اللہ و
الفئۃ الباغیۃ حزب الشیطان ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا۔
علی نے فرمایا ہمارا گروہ خدا کا گروہ ہے اور باغی جماعت (معاویہ) شیطان
کا گروہ ہے۔ جس نے ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں برابری کی وہ ہم سے
نہیں۔ (۸) تاریخ الخلفاء صنہ ۱۲ علی نے فرمایا شکر خدا کہ ہمارا دشمن بھی ہمیں
سے پوچھتا ہے جو کچھ نازل ہو اسپر اسکے امر دین میں۔ معاویہ نے مجھ سے
خنثیٰ مشکل کی وراثت کی بابت پوچھا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا ہے کہ
وہ ورثہ پائیگا بلحاظ اپنے مبال کے۔ (۹) مشکوۃ ۳۴۳۔ حضرت علی
نے فرمایا کہ رسول اللہ کا مجھ سے عہد ہے ولا یبغضنی الا منافق۔ لا
یحب علیا منافق ولا یبغضہ مومن۔ ینابیع ۷۵۔ قال رسول اللہ
فی علی من اغضبہ فقد اغضبنی ومن اغضبنی فقد اغضب اللہ۔ ص ۸۲
قال اللہ لی ولعلی ابن ابی طالب ادخل النار من اغضبکما۔
ص ۲۶۷ حب علی ایمان و بغضہ کفر۔ ص ۸۶ بروایت ابو نعیم۔ حموینی و
ثعلبی تفسیر من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منہا الحسنۃ حبنا والسیئۃ

بغضنا- روضۃ الندیہ ص۲۷۶ پر ہے کہ ایسی احادیث اس قدر ہیں لابعد ادعاء تواترھا کہ انکے تواتر کا ادعا بعید نہیں- تحفۂ عبد العزیز باب ۱۲ محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت و بغض است نزد اہل سنت کافر است بالاجماع خلاصہ یہ ہے کہ علی کا دشمن خدا و رسول کا دشمن- کافر و منافق ہے- جہنمی ہے اور جہنم میں اوندھے منہ پڑیگا- اور جسنے از راہ دشمنی علی سے جنگ کی وہ بالاجماع کافر ہے۔

عُواءِ معاویۂ عاویہ

جب معاویہ کی سلطنت کو استحکام حاصل ہوا- تو اُسنے حکم دیا کہ منبروں پر حضرت علی علیہ السلام کو سب کیجائے-

(۱) ابو الفداء ۹۶/۱- وکان معاویہ و عمالہ یدعون لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعہ ویسبون علیا ولما کان المغیرۃ متولی الکوفۃ کان یفعل ذالک طاعۃ لمعاویہ... فلما ولی زیاد دعی لعثمان وسب علیا- معاویہ اور اسکے عامل خطبۂ جمعہ میں عثمان پر رحمت بھیجتے اور حضرت علی کو گالیاں دیتے اور اسکے عمال مغیرہ و زیاد بھی اسکی اطاعت کیلئے ایسا کرتے (۲) کامل ۱۳۳/۳- فبلغ ذالک معاویہ فکان اذا قنت سب علیا و ابن عباس والحسن والحسین والاشتر- معاویہ قنوت میں علیؑ- ابن عباسؓ- حسنؑ و حسینؑ- مالک اشترؓ کو سب کرتا- (۳) عقد الفرید ۱۱۷/۲ جلس معاویہ یبایع الناس علی البراءۃ من علی- معاویہ لوگوں سے اسبات پر بیعت لیتا کہ حضرت علیؑ سے تبرا کریں- (۴) ینابیع المودہ ۸۳- خطب امیر المومنین بالکوفۃ عند انصرافہ من النہروان و بلغہ ان معاویہ بن ابی سفیان لیسبہ و یقتل اصحابہ- (۵) ینابیع المودہ ۸۴ از صحیح مسلم- امر معاویہ سعدا فقال ما منعک ان تسب ابا تراب- معاویہ نے سعد و قاص کو کہا کہ تو علی کو سب کیوں نہیں کرتا- عبد العزیز دہلوی فتاویٰ عزیزیہ میں کہتا ہے کہ این لفظ را بر شق جاری باید داشت بنا بر آنکہ ... اش صلی

شنیع یعنے سب یا امر سب از معاویہ بن ابی سفیان لازم خواہد شد ولیس ھذا
بادول فاس ودۃ کسرت فی الاسلام مرتبۂ سب کمتر از قتل و قتال است الخ یعنے لفظ
سب کو اسکے ظاہر معنے پر رکھنا چاہیئے۔ نہایت کار یہ ہے کہ معاویہ نے اسکا
ارتکاب کیا۔ لیکن گالی دینا جنگ کرنے سے کم ہے مطلب یہ ہے کہ جس نے جنگ
کی۔ اسکا گالیاں دینا بعید نہیں۔ (۶) مستطرف ۷۱۔ معاویہ نے عقیل کو کہا
لا رضی منك الا ان تلعنه علی المنبر قال فصعد المنبر ثم قال ...
ایھا الناس ان معاویہ قد امرنی ان العن علی ابن ابی طالب فالعنوہ
لعنہ اللہ۔ کہ ہم تجھ سے راضی نہ ہونگے جبتک تو منبر پر جاکر علی پر لعنت نہ کرے
عقیل منبر پر گئے اور کہا کہ معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی پر لعنت کروں۔
پس تم اسپر لعنت کرو۔ اللہ کی لعنت اسپر ہو۔ معاویہ نے کہا تو نے کس پر
لعنت کی۔ اُسنے کہا بس اس سے کم و بیش نہ کرونگا کلام متکلم کی نیت پر ہوتا ہے
اسکے بعد لکھا ہے کہ ایکدن معاویہ بیٹھا تھا ایک شامی نے آکر خطبہ پڑھا
اور آخر میں حضرت علی پر لعنت کی۔ احنف بن قیس نے معاویہ کو کہا ان ھذا
القائل لو یعلم ان رضاك فی لعن المرسلین للعنھم کہ اگر یہ خطیب
جانتا کہ پیغمبروں پر لعنت کرنے سے تو خوش ہوتا ہے تو یہ وہ بھی کرتا۔ معاویہ
نے کہا بخدا تجھے بھی منبر پر علی کو طوعاً یا کرھاً لعنت کرنی ہوگی۔ اُسنے کہا
ہرگز نہیں۔ معاویہ نے سخت مجبور کیا تو اُسنے کہا میں یہ کہوں گا کہ علی و معاویہ
لڑے۔ اور ہر ایک حق پر ہونیکا مدعی ہے۔ اے خدا تو اور تیرے فرشتے۔ انبیا
اور تمام خلقت اسپر لعنت کر جو ان دونوں میں سے باغی ہے۔ معاویہ نے
کہا بس بس ہمیں اسکی ضرورت نہیں۔ (۷) روضۃ الندیہ ۱۴۷۔ عقبہ ملعون نے
مجلس معاویہ میں بحضور امام حسن علیہ السلام یہ فعل شنیع کیا۔ ثمرۃ الاوراق حاشیہ
مستطرف ۲۴۵۔ ایکدفعہ عمرو عاص۔ ولید۔ عتبہ اور مغیرہ نے معاویہ کو کہا کہ
امام حسنؑ کو بلا ہم ان کی بے عزتی کریں۔ آپ آئے۔ تو ان ملعونوں نے یہی کارروائی

گی - امامؑ نے فرمایا اے معاویہ اُنہوں نے مجھے گالیاں نہیں دیں بلکہ تو نے دیں
(۸) نصائح کافیہ ۷۰ منقول از کتاب جاحظ - معاویہ اپنے خطبہ کے آخر
میں کہتا - کہ اے اللہ! ابو تراب نے تیرے دین میں الحاد کیا اور تیری راہ
سے روکا - پس تو اسپر ... کر - اور اپنی قلمرو میں ایسا کرنے کا حکم بھیجا چنانچہ
یہ سنت معاویہ ستر ہزار دس منبروں پر تا زمان عمر بن عبد العزیز ادا
ہوتی رہی - براہین قاطعہ صد ۲۰۶ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ
جلد ۴ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے لوگوں کو شام و عراق وغیرہ میں حکم دیا کہ
علی پر سب کی جائے اور اس سے تبرا کیا جائے و منابر اسلام پر خطبہ میں
کہا جائے وصار ذٰلک سنۃ فی ایام بنی امیہ اور بنی امیہ کے دور
میں یہ سنت قرار پائی یہانتک کہ عمر ابن عبد العزیز نے اسے زائل کیا -
اور تاریخ الخلفاء صد ۱۶۶ پر بھی ہے کہ منابر و مساجد میں یہ سنت معاویہ
ادا ہوتی رہی + کچھ لوگوں نے معاویہ کو کہا کہ تو اپنی مراد کو پہنچگیا - اب
اس شخص کو چھوڑ دے - اسنے جوابدیا نہیں - جب تک چھوٹے اسپر تربیت
نہ پالیں اور بڑے اسپر نہ مر جائیں اور کوئی ذاکر علی کی فضیلت کا ذکر نہ
کرے (نصائح ۷۰) تا اینکہ نوبت باینجا رسید ثم ارتقی الامر فی
طاعتہ (معاویہ) الی ان جعلوا لعن علی سنۃ ینشاء علیہ الصغیر
ویھلک بہا الکبیر (تاریخ مسعودی ۱۱۷) کہ مدرسوں میں بچوں کو اسی کی
تعلیم دیجاتی تھی - چھوٹے اسی پر بڑے ہوتے تھے اور بڑے اسی پر مرتے
تھے + اہل حمص نے اجماع کر لیا تھا کہ اسکے بغیر جمعہ ہی صحیح نہیں جب عمر بن
عبد العزیز نے اسے خطبہ سے ترک کیا تو مسجد کے اطراف سے آواز آئی السنۃ
السنۃ یا امیر المومنین ترکت السنۃ یا امیر المومنین السنۃ
السنۃ آپنے السنۃ چھوڑ دی - (نصائح ۸۶) جب معاویہ نے سنہ ۴۰ھ میں
یہ سنت شروع کی تو اس سال کا نام عام السنۃ رکھا (اور معاویہ نے ...)

من سب علی سمی ذالک العام عام السنہ (منہاج التحقیق لعلامہ مجلسی)
اسی لیئے اصحاب معاویہ اہل السنت کہلاتے تھے۔ اور جب امام حسنؑ نے
حکومت چھوڑی تو اس سال کا نام عام الجماعت رکھا گیا (تاریخ الخلفاء ص۱۳۲)
اور اسیوقت سے معاویہ کے اصحاب اہل السنت والجماعت کہلانے لگے۔

نتیجہ - مشکوۃ ۵۴۳-ینابیع المودۃ ص۲۰۰ قال رسول اللہ من سب
علیاً فقد سبنی - رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے علی کو گالی دی۔ اُسنے مجھے
گالی دی + صواعق محرقہ ۱۴۳۔ ومن سب اھل بیتی فانما یرتد عن اللہ
وعن الاسلام کہ جو اہل بیت رسول کو گالی دے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ علامہ
محمد بن اسماعیل صنعانی نے روضۃ الندیہ فی التحفۃ العلویہ ص۳۶ میں فرمایا ہے۔
عن ابن عباس یقول شہد باللہ لسمعتہ عن رسول اللہ یقول من سب
علیاً فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ اکبہ اللہ علی منخریہ

ابن عباس نے کہا خدا رسول اکرم نے فرمایا جسنے علی کو گالی دی اُسنے مجھے گالی
دی - اور جسنے مجھے دی اُسنے خدا کو دی اور جسنے خدا کو سب دی - وہ اوندھے
منہ جہنم میں ڈالا جائیگا + مودۃ القربیٰ اور مسعودی ج۲ میں ہے - کہ ابن
عباس سابین علی پر گزرے اور کہا تم میں سے کون ساب خدا ہے اُنہوں نے
کہا تو یہ تو کفر ہے - جسنے کہا اچھا تم میں سے کون ساب رسولؐ ہے -
اُنہوں نے اس سے استغاذہ کیا - پھر اسنے کہا اچھا تم میں سے کون ساب
علیؑ ہے - اسکے بعد ابن عباس نے انہیں حدیث مذکور سنائی + رفصائح ۴۹
اثر عقد الفرید سعد وقاص کے مرنے کے بعد معاویہ نے منبر مدینہ پر نفس رسول
کو لعنت کی اور اپنے عمال کو لکھا کہ وہ بھی منابر پر ایسا کریں - اس پر حضرت
ام المومنین ام سلمہؓ نے معاویہ کو لکھا کہ تم منابر پر خدا اور رسول کو لعنت کرتے
ہو کیونکہ تم علیؑ پر لعنت کرتے ہو - لیکن کسی نے اسطرف توجہ نہ کی +

صلح حسنؑ

قرآن کریم میں ارشاد ہے وان جنحوا للسلم فاجنح لہا

کہ اگر کافر صلح کے لئے جھکیں تو تو بھی ان کے لئے جھک۔ اس اجازت کی
بنا پر رسول اللہ نے کفار سے صلحیں کیں۔ جنمیں سے صلح حدیبیہ مشہور ہے۔
اسکی شرائط میں یہ تھا کہ اس سال حضور انور حج و عمرہ نہ کریں۔ اور جو کافر
مسلمان ہو کر حضور کے پاس جائیں انہیں آپ کافروں کی طرف واپس دیدیں
لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی کافروں کی طرف جائے تو وہ اسے واپس نہ کریں۔
کفار نے عہد نامہ میں حضور انور کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ لکھنا بھی
منظور نہ کیا چنانچہ کاغذ پر بجائے رسول اللہ کے محمد بن عبد اللہ لکھا گیا لیکن
اس صلح نے کفار کو بر سر حق نہیں کر دیا۔ نہ اُن کو گمراہی کے گڑھے سے نکالا۔ بلکہ
اسنے انکے طغیان کو ثابت کیا۔ اسی طرح امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کی صلح کا
حال ہے۔ اس صلح کی وجوہ ذیل کے حوالے سے معلوم ہوگی۔ تاریخ کامل ۱۶۱-۶۳ ج ۳
پر لکھا ہے کہ جب امام حسنؑ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ تو معاویہ نے صلح کے
ڈورے ڈالنے شروع کئے۔ آخر کچھ مہینوں کے بعد شامیوں کا لشکر لیکر امام سے
لڑنے کیلئے نکل پڑا۔ حضرت امام بھی مقابلہ پر تشریف لیگئے۔ سعد بن قیس
طلیعہ لشکر پر تھا۔ جب آپ مدائن پہنچے تو کسی نے لشکر میں آواز دیدی کہ
چلو سعد مارےگئے۔ لوگ چل پڑے اور امام کے خیمہ و مال کو لوٹ لیا۔ اور فرش
بھی حضرت کے نیچے سے کھینچ لیا۔ جب آپنے تفرق ناس دیکھا تو صلح کی طرف
مائل ہوئے۔ اور خطبہ میں فرمایا کہ مجھے اہل شام کے جنگ سے کسی ندامت
یا شک کی وجہ سے نہیں پھیرتا۔ بلکہ اسلئے کہ تمہاری سلامتی مبدل بعداوت
اور صبر مبدل بہ جزع و خوف ہو گیا ہے۔ تم طالب دنیا ہو گئے ہو۔ تم میں سے
ایک گروہ ہم سے کشتگان صفین کا اور دوسرا مقتولان نہروان کا انتقام
چاہتا ہے۔ اور باقی وقت پر چھوڑنے والے ہیں۔ معاویہ مجھے ایسے امر کی
طرف (صلح) بلاتا ہے جسمیں نہ عزت ہے نہ انصاف۔ پس اگر تم لڑنے پر
آمادہ ہو تو میں اس سے لڑوں اور اگر زندگی چاہتے ہو۔ تو اسے قبول کروں۔

بنی امیہ کے تقریبًا تمام افراد جابر و ظالم تھے۔" پس جبکہ ظالموں جابروں اور غاصبوں کو خدا کے حکومت و خلافت جسمانی وغیرہ سے انکا ظلم و جبر مبدل بہ عدل نہیں ہوگیا تو امام حسنؑ کے اس فعل سے معاویہ فسق و بغاوت کے گڑھے سے کیسے نکل گیا۔ پھر اس صلح میں کادیانی کا امام علیہ السلام کو خطا کار کہنا انکے باپ مرزا کادیانی کے قول کو صحیح ثابت کرتا ہے۔ اخرج منہ الیزیدیون کہ کادیان سے یزیدی خروج کرینگے۔ یزیدی بھی اہل بیت کا تخطیہ کرتے تھے۔ اور کادیانی بھی ایسا کرتے ہیں۔ بخاری تو کہتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسنؑ سید ہے۔ امید ہے کہ اسکے ذریعہ دو بڑے گروہوں میں صلح ہوگی۔ اسمیں تو امام کی اس صلح کیوجہ سے تعریف کیگئی ہے۔ لیکن کادیانی ہجو کرتا ہے۔ خلافت اُٹھ جانے سے معلوم نہیں کیا مطلب ہے۔ اگر باصطلاح انکے جسمانی خلفاء مراد ہیں تو یہ تو اسکے بعد بقول ان کے ہوئے۔ اگر روحانی مراد ہیں تو مرزا کادیانی نے کیوں دعوے کیا کہ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد۔ اور پھر یہ استدلال قرآن کے بھی مخالف ہے اگر بالفرض امام حسنؑ سے نعوذ باللہ خطا ہوئی۔ تو اُسکی سزا تمام اسلام کو کیوں دیگئی۔ اسعاف الراغبین الصبان برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۶۳ پر تو لکھا ہے کہ امام حسنؑ کے اس صبر کی عوض خدا نے اہل بیت میں خلافت باطنیہ رکھدی۔ یہانتک کہ ایک گروہ اہل سنت کے نزدیک قطب الاولیاء ہر زمانے میں نہیں ہوتا مگر اہل بیت سے۔ الحاصل امام کا یہ فعل سراسر ممدوح تھا اور اسنے معاویہ کی شقاوت کو اور بھی واضح کردیا۔ دائرۃ الاصلاح نے یہ لکھا ہے کہ اس صلح پر شیعوں نے اعتراضات کئے اور امام کو بُرا بھلا کہا۔ چونکہ مبحث رسالہ سے نکلنا پڑتا ہے اسلئے ہم یہاں یہ ثابت نہیں کرتے کہ معترضین شیعہ تھے یا سُنی۔ لیکن یہ ظاہر کرنیسے باز نہیں رہ سکتے کہ جو لوگ امام حسنؑ کے جد امجد رسول اللہ پر اعتراضات کرنے کے عادی تھے انہی کے چیلوں نے امام پر بھی اعتراضات کئے ہونگے۔ صلح حدیبیہ کے متعلق ابوالفدا و ابن اثیر میں ہے کہ صلح سے صحابہ کے دلوں میں دغدغۂ عظیم داخل ہوا۔ قریب تھا کہ دین سے پھر جائیں اور روضۃ الصفا میں ہے کہ بعض مسلمانوں کے دلمیں شیطان نے ایسے شبہے ڈالے جو انکے یقین کے مناسب نہ تھے۔ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ عمر خطاب نے فرمایا کہ اسروز دغدغۂ عظیم میرے دلمیں داخل ہوا اور جیسا شک مجھے

رسول اللہ کی نبوت میں صلح حدیبیہ کے دن ہوا اتنا شک مجھے پہلے کبھی نہ ہوا تھا

اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں مجھے کبھی شک نہیں ہوا

مگر آج کے دن۔ اور بخاری ص۶۰ پر ہے کہ ابو وائل نے کہا لو استطیع ان ارد

علی رسول اللہ امرہ لرددت کہ اگر میں رسول اللہ کے امر کو رد کر سکتا

تو کرتا اور ص۴ پر ہے کہ عمر خطاب نے کہا کہ یا رسول کیا ہم حق پر اور کفار باطل

پر نہیں۔ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے نار میں نہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں

تو عمر نے کہا تو پھر ہم اپنے دین میں عیب و نقصیت کیوں دیں۔ اور واپس چلے جائیں

رسول اللہ نے فرمایا مجھے خدا ضائع نہیں کریگا۔ پس عمر غصہ میں واپس گئے۔

الغرض اس صلح نے معاویہ کی غداری کو چار چاند لگا دئے اور اسکی اصلیت کو اور بھی

واضح کر دیا۔ ابو الحسن مدائنی نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے اسکے بعد کہا دکل

شرط شرطتہ فتحت قدمی ھاتین اور ابو اسحاق سبیعی نے کہا ہے کہ معاویہ نے

خطبہ میں کہا الا ان کل شیی اعطیت الحسن بن علی تحت قدمی ھاتین

(نصائح کافیہ ۱۵) کہ جو شرطیں مینے امام حسنؑ سے کی ہیں وہ میرے قدموں کے

نیچے ہیں۔ چنانچہ اسنے سب شرطوں کی مخالفت کی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ کتاب اللہ

اور سنت رسول پر عمل کریگا۔ لیکن انکی مخالفت اسکی بدعات سے معلوم ہوگی۔ دوسری

شرط یہ تھی کہ کسی کو اپنے بعد ولیعہد نہ بنائیگا۔ لیکن اسنے اپنے شراب خوار فاجر

و فاسق بیٹے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر یہ شرط تھی کہ اہل بیت رسول کو گالیاں

نہیں نکالیگا۔ لیکن اسنے مروان ملعون محبوب عثمان کو عامل مدینہ مقرر کرکے اور

اسکو شتم امام کا حکم دیکر اسکی بھی مخالفت کی۔ چنانچہ دائرۃ الاصلاح نے

اپنے رسالہ نمبر ۱۲ کے ص۹ پر لکھا ہے کہ مروان حضرت علی کے حق میں ناروا کلمات

استعمال کرتا تھا۔ (براہین قاطعہ ص۲۴۰ پر ہے کہ ہر جمعہ کو جناب امیر پر سب

کرتا تھا۔ رسالۃ الصبان ص۱۶۳ پر ہے کہ امام حسنؑ کو بھی سب کرتا تھا)

مگر آپ اُف بھی نہ کرتے۔ چنانچہ ایکدفعہ مروان نے کہلا بھیجا کہ انکی اور علیؑ کی

مثال مجھ کو یہ ہے کہ جب اسسے پوچھیں کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہا اسکے کو ہ...

ماں گھوڑی ہے۔ یہ مضمون تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۹ پر ہے لعنۃ اللہ علی مروان و احبائہ۔ اسی ملعون نے امام حسنؑ کو کہا تھا انکم اہل بیت ملعونون (نصائح ۸۵) کہ تم اہل بیت ملعون ہو۔ لیکن دشمنان اہل بیت نے اس ملعون کی اس قدر قدر افزائی کی کہ اسے اپنی اصح الکتب بخاری کا راوی بنایا۔ پھر یہ شرائط تھیں کہ داراب جرد کا خراج دیگا اور حسنؑ و حسینؑ اور شیعیان علیؑ سے تعرض نہ کریگا لیکن اسنے ان سب کی مخالفت کی۔ (نصائح ۱۵) طبرانی نے کبیر میں لکھا ہے لا دین لمن لا عہد لہ (نصائح ۱۵) کہ جس کا عہد نہ ہو اس کا دین نہیں۔ اور بخاری باب اثم من عاہد غدر صفحہ ۱۲۵۱ پر ہے کہ منافق کی یہ علامت ہے اذا عاہد غدر کہ جب عہد کرے غدر کرے اور خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے فبما نقضہم میثاقہم لعناہم کہ ہم نے لعنت ڈالی انپر چونکہ انہوں نے اپنے اقرار کو توڑا تھا۔

بدعات معاویہ

(۱) بغاوت امام زمان۔ (۲) سب و شتم بر اہل بیت رسول و تعلیم بغض علیؑ جسکی نوبت یہانتک پہنچی کہ عبد الرحمان المقری نے کہا ہے کانت بنو امیہ اذا سمعوا بمولود اسمہ علی قتلوہ وقال ابن حبان فی الثقات کان اہل الشام یجعلون کل علی عندہم علیا لبغضہم علیا (تدریب الراوی شرح تقریب النواوی للسیوطی) کہ بنی امیہ جس بچے کا نام علی سنتے اُسے قتل کر ڈالتے اور لفظ علی کو عُلی کہتے بہ سبب بغض علیؑ کے لاہور کی دائرۃ الافادہ بھی اپنے پیر مغاں کی تاسی میں بغض اہل بیت کی تلقین کرتی ہے چنانچہ رسالہ نمبر ۸ صفحہ ۱۱ پر کہتی ہے کہ حدیث رسول ”کہ جسنے حضرت فاطمہ کو ایذا دی اُسنے مجھے دکھ دیا“ کا مخاطب حضرت امیرؑ تھے اور اُن کے جس فعل سے حضور کو ایذا پہنچی وہ کیا ہولناک تھا۔“ حالانکہ یہ روایت ہی موضوع ہے۔ دیکھو مدارج النبوۃ ۵۲۹ فتح الباری ۳۹۳ تنزیہ الانبیاء و علل الشرائع۔ اور اسی صفحہ پر اور صفحہ ۱۹ پر لکھتی ہے۔ کہ حضرت علیؑ کی جنگیں ناشکری کی سزا تھیں صفحہ ۸ بنی امیہ و بنی ہاشم دونوں مساوی تھے۔ صفحہ ۲ یزید ملک جارج کی طرح بے گناہ تھا صفحہ ۲۳ یزید مغفور ہے۔ صفحہ ۲۹ امام حسینؑ اور

یزید میں جو جھگڑا ہوا اُس کے وہ خود ذمہ دار ہیں ہمیں تو تو میں میں سے کیا حاصل۔ صـ۳۱ یزید کافر نہ تھا۔ صـ۲۱ معاویہ بہترین حاکم اور حضرت علی بد تر حاکم۔ رسالہ ۱۲ صـ۱۳ علی نے فاطمہ کو دن میں نکالا اور در پردہ ان کو بیمار کیا اور رات کے وقت دفن کیا صـ۱۴ لوگوں نے علی کو خلافت کے ناقابل سمجھا۔ امام حسنؑ نے خلافت کپڑے اور درہم کے بدلے فروخت کر ڈالی۔ صـ۱۷ بنی ہاشم حکومت کے ناقابل تھے صـ۱۸ یہ دعوئے باطل ہے کہ خدا کا مقرر کردہ امام ہوتا ہے صـ۲۱ امام حسنؑ اور اہل بیتؑ کے افعال قابلِ اعتراض ہیں۔ (۳) قتل صحابہ و صلحاء۔ (۴) اسے ابو الخیاط وغیرہ نے یا رسول اللہ کہکر سلام کیا اور اسنے انہیں بالکل منع نہ کیا ملفوظ نصائح کافیہ صـ۹۳ از طبری) (۵) ابو برزہ نے حضرت رسول کو کہا کہ معاویہ و عمرو عاص گا رہے ہیں۔ آپنے فرمایا خدایا ان کو فتنے میں ڈال اور ہمیشہ عذاب میں رکھ (صـ۹۴ از مسند احمد۔ مسند ابو یعلی۔ لآلی مصنوعہ) (۶) یہ حالت احرام میں خوشبو لگاتا اور نہی خدا و رسول کی پرواہ نہ کرتا۔ صـ۹۵۔ (۷) اسنے یزید ملعون کو خلیفہ بنایا۔ (۸) واجب الحد سے حد ساقط کی اور بے قصوروں پر حدیں لگوائیں صـ۹۶ (۹) ریشمی لباس پہنتا اور سونے چاندی کے برتن استعمال کرتا اور ٹوکنے پر کہتا کہ میں ان میں کوئی مضائقہ نہیں پاتا صـ۹۶۔ (۱۰) دین خدا میں اپنی رائے کو دخل دیتا۔ صـ۹۷۔ (۱۱) نماز عید میں اذان احداث کی۔ (۱۲) نماز عید میں خطبہ پہلے مقرر کیا۔ (۱۳) نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ کہنا چھوڑ دیا۔ یہانتک کہ صحابہ نے کہا کہ تو نے بسم اللہ کو سرقہ کیا صـ۹۶۔ (۱۴) جب اس کا گوشت زیادہ ہو گیا اور توند بڑی ہو گئی تو بیٹھکر خطبہ پڑھنا جاری کیا۔ (۱۵) خواجہ سرا سے حرم کی دربانی کے لئے مقرر کیے۔ (۱۶) مسجد میں اپنے لئے چھوٹا حجرہ بنوایا صـ۹۶ (۱۷) مال فئے کو اپنا مال قرار دیا صـ۹۶ از ابن حجر۔ (۱۸) سنن بیہقی قال کان ابن عباس یصرف فقال یا سعید مالی لا اسمع الناس یلبون فقلت یخافون معاویۃ

فخرج ابن عباس من فسطاطہ فقال لبیک اللھم لبیک وان رغم انفہ اللھم العنھم فقد ترکوا السنۃ من بغض علی کنز العمال عن ابن عباس قال لعن اللہ فلانا انہ کان ینھی عن التلبیۃ فی ھذا الیوم یعنی عرفہ لان علیا کان یلبی فیہ خلاصہ یہ کہ معاویہ بغض علی کی وجہ سے عرفہ کے دن تلبیہ نہ کرتا۔ ابن عباس نے کہا خدا اسپر لعنت کرے چونکہ علی تلبیہ کرتا تھا اس لیئے اس نے ان کے بغض کی وجہ سے لوگوں کو منع کر دیا ہے۔

(۱۹) ازالۃ الخفا موطا۔ نصائح ۹۰۔ شرح نہج البلاغہ ۲۵۳/۵ دراسات اللبیب ۲۴۰،۲۳ معاویہ نے ایکدفعہ سونے یا چاندی کے برتن کو زیادہ از وزن کے ساتھ بیع کیا۔ ابو درداء نے کہا کہ رسول اللہ نے ایسی بیع سے منع کیا ہے یہ سود ہے معاویہ نے کہا ہماری رائے میں کچھ حرج نہیں۔ (۲۰) زیاد بن سمیہ جسکے مظالم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ عبید کا بیٹا سمیہ کے بطن سے تھا (ابن خلکان وفیات الاعیان ترجمۂ یزید بن ربیعہ) الفاروق ۱۳۹/۲ پر بھی اسے زیاد بن سمیہ لکھا ہے اور ص۱۴۰ پر قول عمرو عاص نقل کیا ہے کہ یہ نسل قریش سے نہیں۔ لیکن کامل ۱۷۱/۳ اور نصائح ۵۶ پر ہے کہ معاویہ نے چاہا کہ اسے اپنے نسب سے ملالے اور زیاد بھی اسپر راضی ہو گیا۔ گواہ بلائے گئے تو ابو مریم کو گواہ پیش کیا جسنے کہا اشھد ان ابا سفیان حضر عندی و طلب منی بغیا فقلت لہ لیس عندی الا سمیہ فقال ائتنی بھا علی قذرھا و وضرھا فاتیتہ بھا فخلا معھا ثم خرجت من عندہ وان اسکتھا یقطران منیا الخ کہ ایکدن ابو سفیان نے مجھ سے فاحشہ مانگی میں نے کہا سوائے سمیہ کے اور کوئی حاضر نہیں۔ اسنے کہا اچھا اسے ہی لے آ اگرچہ وہ غلیظ و کثیف ہے۔ وہ گئی۔ ابو سفیان نے منہ کالا کیا۔ جب سمیہ اس کے پاس سے نکلی تو اس سے ٹپک رہی تھی۔ زیاد نے کہا بس بس ابا مریم تجھے شہادت کے لیئے بلایا ہے۔ نہ پردے فاش کرنے کے لیئے۔ پس معاویہ نے مسند پر ہم

میں زیاد کو ملحق کرلیا اور اسوقت سے یہ ابن سفیان بنایا گیا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ پہلا معاملہ ہے جس سے سنت رسولؐ کو علانیہ بدلا گیا اور احکام شریعت رد کیئے گئے۔ (۲۱) معاویہ نے لوگوں کو متعۃ الحج سے منع کیا جو سنت رسول وعلی واکابر صحابہ تھا۔ نصائح ۹۲ از ترمذی۔ (۲۲) معاویہ نے اپنے لئے شراب منگائی ۹۲ از ابن عساکر۔ اور پہلا وہ شخص ہے جسنے ظاہرا شراب نبیذ پی (کتاب الاوائل سیوطی) مسند احمد حنبل میں ہے کہ عبداللہ بن بریدہ نے کہا کہ میں اور میرا باپ معاویہ کے پاس گئے اسنے ہمیں کھانے پر بٹھایا اور کھانا کھایا پھر شراب آئی تو اُسنے پی اور ہمیں پینے کے لئے کہا تو میرے باپ نے کہا کہ جب سے رسول اللہ نے اسے حرام کیا ہے ہمنے نہیں پی۔ معاویہ نے کہا مجھے شراب کے برابر کسی میں لذت نہیں آتی۔ (۲۳) معاویہ کے پاس رسول اللہ کو بُرا کہا جاتا تھا اور یہ روکتا نہ تھا۔ (۲۴) صدقۂ فطر ایک صاع نکالنے کا حکم ہے۔ لیکن معاویہ نے کہا کہ گندم شام کے دو مُد ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔ ص ۹۱ (۲۵) قال الجاحظ انما غلب معاویۃ علیا بالحیلۃ حل او حرم۔ محاضرات راغب اصفہانی معاویہ فریب کیا کرتا تھا خواہ حلال ہوں یا حرام + (۲۶) تاج الدین سبکی نے تاریخ مدینہ میں۔ وفاء الوفٰی۔ صفوۃ الصفوہ۔ حلیۃ الاولیاء۔ جذب القلوب۔ دلائل بیہقی۔ شرح الصدور سیوطی میں اسکے نہر کھدوانے اور قبور شہداء اُحد کے مکشوف ہونے کا ذکر ہے اور مجلسی نے حیات القلوب ۲/۳۶۶ بروایت ابن ابی الحدید لکھا ہے کہ معاویہ نے اُحد میں ایک نہر جاری کی اور حکم دیا کہ جس کا مُردہ اُحد میں ہو اگر لیجائے۔ اُسنے شہداء اُحد کی قبریں کھدوائیں۔ ایک بیلچہ حضرت حمزہ شہید کے پاؤں پر لگا اور اُس سے خون جاری ہوا۔ ابو سعید خدری صحابی نے کہا کہ اسکے بعد کوئی کسی منکر کا انکار نہ کرسکیگا + (۲۷) خطبہ میں منبر پر گوز مسر کرتا اور کہتا کہ خدا نے ہم میں ہوا بھر دی اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسپر صعصعہ نے کہا کہ منبر پر یہ فعل کرنا

بدعت ہے۔ (ربیع الابرار و کشاف) (۲۸) نماز میں ہاتھ باندھنے کی ابتدا دمشق میں ہوئی۔ الجمع بین الصحیحین حمیدی۔ اہل حرمین ہمیشہ معاویہ سے منحرف رہے اور کبھی ہاتھ نہیں باندھے۔ امام مالک بھی مطابق مذہب اہل مدینہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے۔ دراسات اللبیب صـ۱۰۷

(۲۹) ابو الحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ جو فضائل عثمان روایت کرے اس کو مقرب کرو اور اسکا نام میرے پاس لکھکر بھیجو۔ ایسا کیا گیا۔ معاویہ ان کو انعام و اکرام دیتا۔ جب ان روایتوں کا طومار بنگیا تو پھر حکم دیا کہ اب صحابہ اور پہلے دو خلیفوں کے فضائل کی روایات بناؤ اور جو کوئی خبر فضیلت علی علیہ السلام میں ہو۔ اس کی مناقض صحابہ کی فضیلت میں بناؤ کیونکہ یہ بات میرے لیئے بہت پیاری اور حجت ابو تراب اور اس کے شیعوں کو توڑنے والی ہے۔ پس بے شمار روایتیں بنیں اور استادوں کو کہا گیا کہ یہ ہذیانات لڑکوں کو سکھلاؤ۔ پس لوگوں نے یہ وضعیات اپنی لڑکیوں اور اپنے غلاموں کو اس طرح سکھلائے جس طرح قرآن سکھلاتے ہیں۔ (نصائح ۱۸) اسی لیئے ابن عرفہ محدث کبیر سنیہ نے اقرار کیا ہے کہ فضائل صحابہ میں احادیث موضوعہ بنی امیہ کے ایام میں بنی ہیں صـ۷۲ صرف یہی نہیں بلکہ حضرت علی کی مناقضت میں روپے دیکر حدیثیں بنائی گئیں۔ چنانچہ حریز بن عثمان الرحبی نے (جو رجال بخاری میں سے ہے) یہ روایت بنائی کہ رسول اللہ نے علی کو فرمایا انت منی بمنزلۃ قارون من موسیٰ۔ یہ راندۂ درگاہ صبح و شام نفس رسول پر ستر ستر دفعہ لعنت کیا کرتا تھا (نصائح صـ۹۵) فضائل اہل بیت کی حدیثوں کی تکذیب کرتا تھا اور ان کے مثالب کی مفتعلہ روایات کو نقل کرتا تھا (شرح ابن ابی الحدید ۱۹۶/۱) اسلیئے بخاری اس سے خوش ہوا۔ اور اس نے اسے اپنی کتاب کا راوی بنا لیا۔

(۳۰) کتاب الاتحاف بحب الاشراف صـ۷۹ پر ہے کہ معاویہ نے فریب و مکر سے

عبداللہ بن سلام صحابی کی بیوی کو یزید کے لئے طلاق دلوایا۔

الغرض کہاں تک اسکی بدعتوں کا شمار کیا جائے۔ یہ سراپا بدعت تھا۔

فضائل معاویہ پر ایک نظر

بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ امام نسائی نے فرمایا کہ کوئی حدیث معاویہ کے بارے میں صحیح نہیں سوائے حدیث لا یشبع اللہ بطنہ (کہ خدا اسے شکم سیر نہ کرے) موضوعات امام شوکانی اور لآلی مصنوعہ سیوطی میں ہے کہ علامہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے کہا کہ کوئی حدیث صحیح نہیں فضیلت معاویہ میں۔ تطہیر الجنان موضوعات کبیر ملا علی قاری صـ۲۹ و فتح الباری میں ہے کہ علامہ ابن راہویہ نے کہا کہ فضیلت معاویہ میں کوئی خبر صحیح نہیں۔ اسی وجہ سے بخاری نے اپنی صحیح میں باب ذکر معاویہ باندھا ہے نہ باب فضائل معاویہ۔ مدارج النبوۃ میں ہے گفتہ اند محدثان کہ ثابت نہ شدہ در فضیلت معاویہ ہیچ حدیثے کہ محدثوں نے کہا ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں عینی میں ہے کہ فضل معاویہ میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ لیکن ازروئے اسناد ایک بھی صحیح نہیں اور شوکانی نے فوائد المجموعہ میں کہا ہے کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث بھی صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ (افضل صـ۱۶۳)......... معاویہ کے ہوا خواہ مندرجہ ذیل فضائل معاویہ بیان کیا کرتے ہیں۔

(۱) یہ صحابی تھا۔ اور صحابہ سے کف لسان کرنی چاہئے۔ لیکن محض صحابی ہونا فضیلت کی دلیل۔ منافق بھی صحابی تھے۔ چنانچہ بخاری ۲۸ پ ۷ پر ہے کہ عبداللہ ابن ابی منافق نے ایکدفعہ کہا کہ جب ہم مدینہ کو لوٹینگے تو اعز اس سے اذل کو نکالیں گے۔ اسپر ایک شخص سے اسکے قتل کا ارادہ ظاہر ہوا۔ تو رسول خدا نے فرمایا دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ چھوڑ دے اسے ورنہ لوگ کہینگے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر رہا ہے اور حدیث حوض صحابہ کے بڑے گروہ پر کافی روشنی ڈالتی ہے جسکی نسبت

مفہم شرح مسلم ۹۱۲ میں قاضی عیاض کا قول نقل ہے کہ احادیث حوض پر ایمان لانا فرض ہے اور وہ اہل سنت کے نزدیک ظاہر پر ہی محمول ہیں جنمیں تاویل نہیں کیجاتی اور چونکہ انہیں بہت سے صحابہ نے روایت کیا اسلئے یہ متواتر ہیں۔ ان احادیث کا لُب لباب یہ ہے کہ قیامت کے دن صحابہ کا ایک گروہ حوض کوثر سے ہٹایا جائیگا۔ رسول اللہ کہینگے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اسپر فرشتے عرض کرینگے کہ انہوں نے آپکے بعد احداث بدعات کیا اور رجعت قہقہری کی۔ تو آپ فرمائینگے۔ لعنت ہو انپر۔ اور معاویہ اور اس کی جماعت کے متعلق تو حضور نے دنیا میں ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ میرے اصحاب نہیں۔ عقد الفرید ۲۲۷/۲ میں ہے۔ کہ آپنے فرمایا یا ابن سمیہ لا یقتلک اصحابی ولاکن تقتلک الفئۃ الباغیہ۔ کہ اے عمار تجھے میرے صحابہ قتل نہ کرینگے۔ بلکہ تجھے تو باغی جماعت شہید کریگی۔ (۲) کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے معاویہ کیلئے دعا کی کہ اسکو ہادی مہدی کر۔ اس سے لوگوں کو ہدایت کر اور اسے عذاب سے بچا۔ (ترمذی) لیکن صاف ظاہر ہے کہ یہ موضوعات میں سے ہیں۔ کیونکہ محدثین اہل سنت نے صاف فرمادیا ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں علاوہ برایں یہ موضوع باتیں حدیث عمار جیسی متواتر خبر کی مخالف ہیں۔ اگر حضرت نے یہ دعا کی ہوتی کہ اسکو ہادی مہدی کر اور اسکے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کر تو یہ دعا قبول ہوتی۔ لیکن واقعات ثابت کرتے ہیں کہ معاویہ کے ذریعہ اسکے ہمراہیوں نے مسلمانوں کو نار کیطرف بلایا۔ اور معاویہ کے ذریعہ لوگوں کو ضلالت نصیب ہوئی نہ ہدایت۔ اسلئے نہ وہ خود ہدایت یافتہ ہوا اور نہ لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والا۔ اور اسلئے حضرت نے یہ دعا ہی نہیں کی۔ اور پہلے ذکر ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کا دشمن یہودی یا نصرانی محشور ہوگا اور یہودی و نصرانی مغضوب علیہم و ضالین ہیں۔ اور چونکہ معاویہ بھی دشمن مرتضےٰ تھا اسلئے اسکا حشر بھی ان جیسا ہی ہوگا۔ جسکی تصدیق اسکے آخری وقت میں ہوگئی۔ جسکا ذکر ابھی آئیگا۔ طبری اور شرح نہج البلاغہ میں ہے عن رسول اللہ قال یطلع من ھذا الفج

رجل من امتی یحشر علی غیر ملتی فطلع معاویہ ومن الحدیث المشہور المرفوع انہ قال معاویۃ فی تابوت من النار فی درک من جہنم ینادی یا حنان یا منان فیقال لہ الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین

رسالتمآب نے فرمایا کہ معاویہ کی موت ملت اسلام پر نہ ہوگی۔ اور یہ کہ معاویہ طبقۂ جہنم میں ایک تابوت ناری میں ہوگا اور چلائیگا یا حنان یا منان۔ ملائکہ کہینگے کہ اب خدا کو پکارتا ہے۔ اور پہلے تونے نافرمانی کی اور تو مفسدوں میں سے ہے۔ علاوہ بریں ترمذی کی روایت اللہم اھد بہ کا راوی عبدالرحمن بن ابی عمیرہ ہے جسکے بارے میں ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ اسکی حدیث مضطرب ہے۔ اسکی صحابیت ثابت نہیں یہ شامی تھا اور سعید بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ اسکو آخر عمر میں اختلاط ہوگیا تھا۔ (نصائح ۱۲۴) (۱۲۵) کہتے ہیں کہ یہ کاتب رسول تھا۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ چونکہ یہ مولفۃ القلوب میں سے تھا اسلئے بوجہ تالیف حضرت اس سے خطوط نویسی کا کام لیا کرتے تھے نہ کتابت وحی کا نصائح ۱۷۰ پر ہے کہ کتابت وحی کی بات صحیح نہیں۔ اور اگر بالفرض کاتب وحی بھی مان لیا جائے تو اس میں کیا فضیلت ہے۔ عبداللہ بن ابی سرح بھی تو کاتب وحی تھا جو مرتد ہوگیا اور اسکی شان میں یہ آیت آئی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا اذ قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیئ۔ اور یہ مورد عتاب ہوا۔ اور عبداللہ بن خطل بھی کاتب وحی تھا پھر مرتد ہوگیا اور فتح مکہ کے دن اسکی گردن ماریگئی۔ صاحب نصائح ۱۷۱ میں لکھتا ہے کہ کیا ہوا اگر اسنے چند دن کتابت کی۔ بعد اسکے تو یہ اپنی ایڑھیوں پر لوٹ گیا اور اپنے ہاتھ سے مظالم اور اوامر سب وبغی وجرائم کے فرمان لکھے۔ علامہ مسعودی نے مروج الذہب برحاشیہ کامل ۱۶۵ میں لکھا ہے کہ غور کرو ان جاہلوں کی جہالت وحماقت میں کہ رسول اللہ پر ۲۲ برس وحی آتی رہی جسکو صحابہ لفظ بلفظ لکھتے تھے اس زمانہ میں معاویہ کا حال معلوم ہے پھر قبل وفات رسول معاویہ نے چودہ چار ماہ کتابت کی

تو اسکو ان جاہلوں نے اتنا فروغ دیا کہ کاتب وحی بنادیا اور روزیر وزا اسکی اتنی عزت افزائی کی کہ ان جاہلوں کے نزدیک سوائے معاویہ کے کوئی کاتب نہ تھا۔ اسکے ساتھ صدہا باتیں بناکر معاویہ کی طرف منسوب کیں۔ جس کا باعث اصلی یہی ہے کہ جس طریق ردیہ میں یہ لوگ پیدا ہوئے اسی کی عادت پڑ گئی اور اسی کو اچھا جاننے لگے۔" البتہ اسکی یہ فضیلت ضرور تھی کہ یہ بڑا پیٹو تھا اسکے دسترخوان پر ستر قسم کے کھانے ہوتے تھے۔ اسی واسطے ابوہریرہ کہا کرتا کہ کھانے کا مزا معاویہ کے مائدہ پر ہے۔ یہ اتنا کھاتا کہ تھک جاتا پھر کہتا کہ کھانا اٹھالو میں کھاتے کھاتے تھک گیا ہوں لیکن سیر نہیں ہوا۔ یہ رسول اللہ کی دعا کا اثر تھا۔ ایک شاعر نے اپنے پیٹو دوست کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے ؎ وصاحب لی بطنہ کالھاویہ۔ کان فی معائہ معاویہ میرے صاحب کا پیٹ معاویہ کی طرح ہے۔ گویا اسکی آنتوں میں معاویہ ہے۔ (نصائح کافیہ ۱۶۶) (۴) معاویہ کے حلم کی بڑی تعریف کیجاتی ہے۔ لیکن محض حلم سے کسی کا ایمان و تدین ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ عباسی سنی لکھتا ہے۔ کہ "جناب امیرؑ کا مخالف فریق دنیاوی لذتوں کو مقدم سمجھتا اور الدنیا زور ولا یحصل الا بالزور (دنیا مکر ہے اور مکر سے ہی حاصل ہوتی ہے) پر عمل کرنے میں تامل نہ کرتا تھا۔۔۔ معاویہ اس گروہ کا سردار تھا" تاریخ اسلام ۱۹۹ اور علامہ محمد بن عقیل علوی نصائح کافیہ ۱۶۷ میں فرماتے ہیں ان حلم معاویہ انما ھو خبث وحیلۃ ونفاق ومراد غیرہ یعنی کہ معاویہ کا حلم نہیں تھا مگر خبث مکر و فریب اور نفاق۔ مستطرف ص۱۷۳ پر اسکے حلم و تحمل کے ذیل میں ذکر ہے۔ ولما دخل الفیل دمشق واجتمع الناس لرویتہ صعد معاویہ فی مکان مرتفع ینظر الیہ فبینما ھو کذالک اذ نظر فی بعض الحجر من قصرہ رجلا مع بعض حرمہ فاتی الحجرۃ ودق الباب فلم یکن من فتحہ بد فوقف عینیہ علی الرجل فقال لہ یا ھذا فی قصری وتحت جناحی تھتک حرمتی وانت فی قبضتی ما حملک علی ھذا قال حلمک او قعنی فقال لہ معاویہ

فان عفوت تسترها علیؑ قال نعم فعفیٰ عنہ وخلی سبیلہ یعنے جب دمشق

میں ہاتھی آیا تو لوگ اسکا تماشہ دیکھنے کیلئے اکٹھے ہوگئے۔ معاویہ بھی اسے

دیکھنے کیلئے ایک بلندی پر چڑھ گیا۔ اس اثنا میں اسکی نظر اپنے محل کے ایک کمرے

پر پڑی۔ وہاں ایک شخص کو اپنے حرم سے اُلجھا ہوا دیکھا۔ وہاں جاکر اسے پکڑا

اور کہا دوست ہمارے ہی محل میں ہماری یہ بے حرمتی۔ بتلاؤ تجھے کس امر نے اسپر

اُٹھایا۔ اسنے عرض کی حضور کے حلم نے مجھے یہ جرأت دلائی۔ اسپر معاویہ نے کہا

اگر ہم بخشدیں تو اسرار کو فاش تو نہ کروگے۔ اسنے کہا نہیں۔ پس اسے معاف

کر دیا۔ اور چھوڑ دیا۔ خواجہ حسن نظامی نے "طمانچہ بر خسار یزید" ص۳۲ پر لکھا ہے

کہ یزید ابن معاویہ اپنی ماں مرجانہ پر عاشق ہوگیا۔ ایکدن دو گھنٹہ تک یزید مرجانہ

کے پاس بیٹھا رہا۔ اور شراب میں مخمور ہوگئے۔ بوسہ و کنار ہوئے کہ یکایک امیر معاویہ

اندر آگئے اور انہوں نے اس خود فراموش جوڑے کو اس بدمستی میں مشغول بہت

دیر تک دیکھا الخ (۵) معاویہ کی مرویات کا یہ حال ہے کہ کوئی اسپر اعتبار نہیں

کرتا۔ مثلاً ترمذی میں اس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شراب پیئے تو اسے تازیانے

لگاؤ اور اگر چوتھی دفعہ عود کرے تو اسے قتل کرو۔ لیکن کسی مجتہد اہل سنت نے

اسپر عمل نہیں کیا۔ جسکی وجہ یہی ہے کہ اسکی باتوں پر اعتبار نہیں (نصائح ۷۳)

(۶) دائرۃ الاصلاح نے معاویہ و یزید کی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے چند مثالیں

دی ہیں جنمیں لوگوں کو اپنی اولاد کے نام انکے ناموں پر رکھنے کی ترغیب دی ہے

تاکہ سُنی اپنی اولاد کے یہ نام رکھا کریں۔ اسکے متعلق گذارش ذیل پیش کیجاتی ہے۔

۱۔ امام حسن علیہ السلام کے کسی بیٹے کا نام یزید نہ تھا۔ البتہ ایک بیٹے کا نام زید تھا

(نور الابصار ص۱۱۲ رسالۃ الصبان ص۱۶۹) لیکن دائرہ نے چھپا لیا ہے زید کا

یزید بنا دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر کے ایک بیٹے کا نام معاویہ اور دوسرے بیٹے

کا نام یزید تھا۔ لیکن یہ حضرت زینب کے بطن سے نہ تھا اور اسکی وجہ

[illegible] جب یہ پیدا ہوا

تو عبداللہ معاویہ کے پاس تھا۔ معاویہ نے کہا ایک لاکھ درہم لے اور اس بیٹے کا نام معاویہ رکھ۔ چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا اس معاویہ کی یزید ملعون سے دوستی تھی اس لئے اس نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا۔ (طراز مذہب ص۶۳۴) جب عبداللہ نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا۔ تو بنی ہاشم نے اس سے کلام بند کر دی اور اس کے مرتے دم تک اس سے نہ بولے (ص۶۳۳) پس اس سے ظاہر ہوا کہ عبداللہ نے عقیدۃً یہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ ان کے عقیدہ میں معاویہ گمراہ تھا ص۶۰۶ اور اس کے بیٹے نے یزید کی دوستی کیوجہ سے یہ نام رکھا۔ عبداللہ کے سوائے کسی ہاشمی نے اپنی اولاد کا نام معاویہ نہیں رکھا ص۶۳۳ اور اگر کوئی رکھے بھی تو یہ ہمارے امام نہیں کہ ان کا ہر فعل ہمارے لئے حجت ہو۔ دیکھئے محض اس فعل کی وجہ سے اسی وقت عبداللہ کا مقاطعہ ہو گیا۔

ج۔ دائرہ لکھتی ہے کہ حضرت عباس علمدار نے نہایت عقیدہ سے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا جیسے اپنے فرزند کا نام یزید رکھا۔ لیکن دائرہ نے حسب معمول خود کوئی حوالہ نہیں دیا جہاں تک معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عباس کی نسل عبیداللہ سے چلی اور نسل کے آخری فرزند یحییٰ تھے۔ (شہید اعظم ۱۸۹/۲) د۔ شیر و شکر ص۲۳ پر لکھا ہے کہ عبداللہ افطح بن امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا اگر ایسا ہے تو اُن کا فعل ہمارے لئے حجت نہیں۔ کیونکہ عبداللہ عقائد میں امام جعفر صادق ع کا مخالف تھا اور اُس نے امامت کا جھوٹا دعوےٰ کیا۔ (کشف الحقائق ص۵۰۴)

س۔ معاویہ میں لکھتی ہے کہ عقیل نے اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا۔ لیکن [illegible] رارد۔ اور اگر بالفرض رکھا بھی ہو تو شیر و شکر ص۲ میں اقرار کیا گیا ہے کہ عقیل معاویہ کا جنبہ دار تھا۔ پھر جنبہ دار کا فعل کیا پایہ رکھتا ہے علاوہ بر ایں جب یہ نام رکھا گیا ہو گا۔ تب یزید سے واقعہ کربلا کا ظہور

نہیں ہوا تھا - کیونکہ عقیل اس سے پہلے ہی مر چکے تھے - اس لیئے اس نام رکھنے سے یزید ملعون ابن معاویہ کی خوبی ثابت نہیں ہوتی + ثلاثہ کے ناموں کے متعلق دیگر رسائل میں توضیح کی جائیگی - انشاء +

بر معاویہ لعنت کس کس نے کی ؟

(۱) خدا نے قرآن میں اسکے پیچھے لعنت کی زنجیر رکھی دیکھو ۲۰/۲ اور صفحہ ۳۸ رسالہٗ ہذا - اسکے خاندان کو لعنتی درخت کہا ہے - فرمایا اللہ نے کہ جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں لعنت کی اللہ نے اُنپر دنیا و آخرت میں - ظالموں پر لعنت ہے - جو کسی مومن کو عمداً قتل کرے - اسکی جزا جہنم ہے جہاں ہمیشہ رہیگا - اللہ نے اسپر غضب اور لعنت کی ہے - (۲) رسول اللہ قد رأی (ابا سفیان) مقبلاً علی حمار و معاویہ یقود بہ و یزید ابنہ یسوق بہ فقال لعن اللہ القائد و الراکب و السائق طبری ۱۷/۳ نصائح ۹ - رسول اللہ نے دیکھا کہ ابو سفیان گدھے پر سوار ہے - معاویہ اسے کھینچتا ہے اور اس کا بھائی ہنکاتا ہے - تو آپنے فرمایا خدا لعنت کرے سوار پر - ہنکانے والے اور کھینچنے والے پر - ان معاویہ کان یقود بابیہ علی جمل و اخوہ ھذا یسوقہ فقال رسول اللہ لعن اللہ الجمل و قائدہ و راکبہ و سائقہ ثمرۃ الاوراق ۵۴/۲ تطہیر الجنان ص ۱۲۰ رسول اللہ نے ابو سفیان - معاویہ اور اس کے بھائی عتبہ پر لعنت کی (۳) حضرت علیؑ - تاریخ کامل ۱۳۳/۳ و کان علی اذا صلی الغداۃ یقنت فیقول اللھم العن معاویہ و عمرا و ابا الاعور و حبیبا و عبد الرحمن بن خالد و الضحاک بن قیس و الولید - حضرت علیؑ نماز صبح کے قنوت میں کہتے کہ اے اللہ لعنت کر معاویہ - عمرو عاص

ابالاعور۔ حبیب۔ عبدالرحمن بن خالد۔ ضحاک اور ولید پر۔

(۴) امام حسنؑ نے فرمایا اے معاویہ خدا لعنت کرے اسپر جو ہم دونوں میں سے زیادہ ذلیل ہو نسب میں۔ مجہول تر ہو ذکر میں اور شدید تر ہو نفاق میں مستطرف ۱۲۱۔ (۵) حضرت ام المومنین عائشہ ہر نماز میں بددعا یعنی لعنت کرتیں معاویہ اور عمرو عاص پر ص۳۱ رسالہ ہذا۔

(۶) حضرت ابن عباس نے معاویہ پر لعنت کی۔ ص۵۲ (۷) حضرت محمد بن ابی بکر صحابی نے اس کو لعین بیٹا لعین کا فرمایا۔ ص۲ (۸) سمرہ بن جندب صحابی طرفدار معاویہ نے کہا لعن اللہ معاویہ کامل ۱۹۶/۳ خدا معاویہ پر لعنت کرے۔ (۹) احنف بن قیس۔ اور (۱۰) حضرت عقیل نے بھی اس کے لئے ہدیۂ لعنت پیش کیا ص۴۲ (۱۱) ان المعتضد امر باخراج الکتاب الذی کان المامون امر بانشائه بلعن معاویہ تاریخ طبری ۲۱۶۴/۳ معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے حکم دیا کہ وہ کتاب جو مامون الرشید خلیفۂ اہل سنت نے در بارۂ لعن معاویہ لکھوائی تھی نکال کر شائع کیجائے۔ چنانچہ وہ شائع ہوئی +

صلیبی تعویذ اور معاویہ کی موت

محاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے مرض معاویہ فدخل الیہ طبیب فقال لاباس علیك انت تبرئ فبرئ ثم مرض معاویہ فدخل الیہ نصرانی فقال عندنا تعویذ من علق علیہ برء من علتہ فاخذہ و علق علیہ فدخل علیہ الطبیب فخرج فقال انہ میت لامحالہ فمات من لیلتہ فقیل للطبیب فی ذالك فقال روی عن امیر المومنین ان معاویہ لایموت حتی یعلق فی عنقہ صلیبا والتعویذ الذی

کان علیہ مصلب فعلمت انہ یموت کہ معاویہ بیمار ہوا تو ایک کرسٹان
اس کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پاس ایک تعویذ ہے جو اُسے گلے میں رکھے
بیماری سے شفا پائیگے۔ معاویہ نے اسے لیکر گلے میں لٹکایا۔ اسکے بعد
اس کا ڈاکٹر اس کے پاس گیا اور باہر نکل کر کہنے لگا کہ اب معاویہ ضرور
مرجائے گا۔ چنانچہ اسی رات کو مرگیا۔ ڈاکٹر سے اس کے بارے میں پوچھا
گیا تو اُسنے کہا کہ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ معاویہ جب تک
اپنی گردن میں صلیب نہ ڈالیگا نہ مرے گا یہ تعویذ جو اس نصرانی نے
دیا تھا وہ صلیب تھی۔ جب میں نے اسے معاویہ کی گردن میں دیکھا تو
مجھے اس کے مرنے کا یقین ہو گیا۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ پر ہے کہ اسنے
چالیس سال حکومت کی اور ۷۸ سال کی عمر پاکر سنہ ۶۰ھ میں مرا۔ اور
اس کے پاس رسولؐ اللہ کے کچھ بال اور ناخن تھے اور اسکی وصیت
تھی کہ ان کو میرے منہ اور آنکھوں میں رکھنا۔ پھر جو خدا کرے۔ لیکن
اس روایت کو قیل کرکے لکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوطی کو
اسپر اعتبار نہ تھا یہ دمشق میں باب الجابیہ و باب الصغیر کے درمیان
دفن ہوا۔ اور اپنے مقام اصلی میں پہنچگیا فبئس القرار۔

والحمد للہ علیٰ ما وفقنی لتحریر ھذہ المجالس والصلوٰۃ والسلام
علیٰ محمدؐ و ذریتہ الطاہرۃ +

احمد علی الکربلائی

۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۔ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء یوم شنبہ

التماس بخدمت ناظرین:۔ "قابلِ توجہ عرضداشت" صفحہ ۶۴
لغایت ۶۵ ضرور ملاحظہ فرماویں +

قابل توجہ عرضداشت

حضرات مومنین باتمکین کی خدمت میں بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا فرقۂ حقہ کس طرح ہمیشہ مورد آلام و مصائب رہا۔ لیکن ہم ہمیشہ صبر ہی کرتے رہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ بغیر کسی جبر و انسانی کوشش کے لوگ جذبۂ حق سے متاثر ہو کر جوق جوق فرقۂ ناجیہ میں داخل ہوتے رہے اور رہتے ہیں۔ جیسا کہ ہر نبی کے دشمن ہوتے آئے ہیں ویسے ہی ہر سچا متبع رسول فرقہ بھی دشمنوں کی دشمنی روحانی وراثت میں پاتا ہے۔ اسی لئے ہر زمانہ میں ایسے لوگ پائے گئے جنکو فرقۂ شیعہ سے خاص عداوت رہی۔ آجکل تمام قوموں اور فرقوں میں اتفاق ہو رہا ہے۔ لیکن اگر مظلوم ہے تو فرقۂ شیعہ۔ عام مسلمان ہندؤں اور سکھوں سے اتفاق کر رہے ہیں۔ لیکن انمیں دو انجمنیں ایسی ہیں جو اپنے خیال میں شیعوں کی بیخکنی پر آمادہ ہیں۔ ہم اس پُر آشوب زمانے میں آپس کی چھیڑ چھاڑ نہیں چاہتے تھے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ ہم کو جواب دینے کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم پر کمینے حملے کئے جائیں۔ ہمارے مذہب کو بدنما اور بیہودہ کر کے دکھلایا جاوے۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام کی شان میں گستاخی کیجائے اور ہم منہ تکتے رہیں ہم نے ہر حال میں سنجیدگی متانت اور تہذیب کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ حق حق بات بلا رو و رعایت پیش کی۔ انجمن دائرۃ الاصلاح و معین الاسلام نے بمصداق یخربون بیوتہم بایدیہم وبایدی الناس اپنے گھر کی تخریب اپنے ہاتھوں شروع کر دی ہے۔ اب خواہ مرزائیوں کی مدد لیں یا وہابیوں کی یا خارجیوں کے سامنے ھل من ناصر کہیں کچھ نہ بنیگا اور بالو کی دیوار زمین دوز ہو کر رہیگی۔ اور دنیا دیکھ لیگی کہ حق کا دامن کون تھامے ہوئے ہے اور باطل کا کون گرویدہ ہے۔ ان انجمنوں سے صرف یہ التماس ہے۔ کہ جو حوالہ دیں صحیح و مکمل دیں۔ اور اگر ہمارے کسی رسالہ کا جواب لکھنا چاہیں۔ جس کی بالکل امید نہیں۔ تو ہماری عبارت نقل کر کے اسکا جواب دیں۔

یہ رسالہ حضرات اہلسنت والجماعت کو بلا قیمت تقسیم ہوگا تاکہ وہ اسے دیکھیں اور حق و باطل میں امتیاز کریں اس رسالہ کا مقصد کسی فریق کی دلشکنی اور دل آزاری ہرگز نہیں اصل مقصد یہ ہے کہ برادران اسلام اس دار امتحان کی چندروزہ زندگی کو غنیمت سمجھ کر بہبودئے آخرت کے وسائل کو تلاش کریں اور ہلاکت ابدی سے بچنے کی فکر ابھی سے کر لیں تاکہ قیامت کے دن "یریھم اللہ اعمالہم حسرات علیہم" کا ہولناک نظارہ اُن کے پیش نظر نہو اس لئے فاضل مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس کو آیات قرآنی اور احادیث مسلمہ اہل سنت سے مدلل اور مبرہن کر دیا ہے اور اس تصنیف سے مسلمانوں کی خالص ہمدردی اور خیر خواہی کے سوا اور کچھ مقصود نہیں۔ حضرات شیعہ کے لئے اسکا ہدیہ ۵ر بلا محصول ہے۔ اب چونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ اس سلسلہ کو اسوقت تک جاری رکھیں جبتک ہمارے مخالف پھر بلوں میں نہ گھس جائیں۔ اسلئے تمام سادات و مومنین سے درخواست ہے کہ وہ خود اس انجمن کے ممبر بنیں اور اپنے احباب کو بھی شامل کریں۔ اس سے وہ ہمارے رسائل مطبوعہ کو مفت پانے کے حقدار ہوں گے۔ بیرونجات کے ممبر اپنا سالانہ [illegible]

فہرست مضامین